سیرت امام زین العابدین

پیشکش

حق سربلند

مزید ایسی تحقیقات کے لیے فالو کریں ہمارا چینل

https://whatsapp.com/channel/۰۰۲۹VbBZkQrADTO۹tqp۵XV۱A

سیرت امام زین العابدین ۱

- قسط۱ ۴
- قسط۲ ۸
- قسط۳ ۱۲
- قسط۴ ۱۶
- خطبہ امام (ع) منقطع کرانے کے لئےیزید کا بے وقت ازان دلوانا؛ ۲۰
- آخری قسط ۲۱
- امام سجاد (ع) کی التجا بدرگاہ پروردگار ۲۳

اخلاق امام سجاد علیہ السلام ۲۵

- امام زین العابدین (ع) اور فقراء مدینہ کی کفالت ۲۷
- امام زین العابدین اور صحیفہ کاملہ ۲۷
- امام زین العابدین عمر بن عبدالعزیز کی نگاہ میں ۲۸

امام عَلِیٌّ بْنُ الْحُسَیْنؑ (زین العابدینؑ) سے منسوب جملہ ۲۸

- کہ کاش میری ماں نے مجھے گرادیا ہوتا ۲۸

امام سجاد علیہ السلام کا تاحیات گریہ ۲۹

کیا علی ابنِ حسینؑ نےیزید کی بیعت کی تھی؟ ۲۹

کیا مروان بن حکم امام زین العابدین کے شیوخ میں سے ہے؟ ۳۴

- الجواب ۳۴

کیاآپ اپنے باپ کے قاتل کو نجات دے رہے ہیں؟ ۳۶

- سوال ۳۶
- ایک مختصر جواب ۳۶
- تفصیلی جوابات ۳۶

قسط ۱

علی بن حسین بن علی بن ابی طالب جو امام سجادؑ اور امام زین العابدینؑ کے نام سے مشہور ہیں، چوتھے امام اور امام حسینؑ کے فرزند ہیں۔آپ ۳۵ سال امامت کے عہدے پر فائز رہے۔

کثیر روایات کے مطابق امام سجاد (ع) سنہ ۳۸ ہجری میں پیدا ہوئے لیکن کچھ روایات میں ۳۳ہجری ۳۶ ہجری اور ۳۷ ہجری بھی منقول ہیں۔اسی طرح ولادت کا مہینے کے حوالے سے ۱۵ جمادی الثانی کا زیادہ زکر ملتاھے لیکن کچھ روایات ۹ اور ۵ شعبان بھی بتاتی ھیں

امام سجادؑ نے آئمہ طاہرین میں سے حضرت علی ع کے ساتھ ۲ سال،، حضرت امام حسن کے ساتھ ۱۰ سال ، یا ۱۲ سال، حضرت امام حسین ع کے ساتھ ۱۰ سال یا ۱۱ سال کے ساتھ رہنے کی مدت منقول ہے۔اپنے والد کی شہادت کے بعد ۳۴ یا ۳۵ سال زندہ رہے۔آپ کا مقام ولادت اتفاقی طور پر مدینہ مذکور ہے۔

۶۰ھ میں سید سجاد علیہ السّلام ۲۲ سال کے تھے جب حضرت امام حسین علیہ السّلام کو عراق کا سفر درپیش ہوا اور سید سجاد علیہ السّلام بھی ساتھ تھے۔یہ نہیں کہا جاسکتا کہ راستے ہی میں یا کربلا پہنچنے کے بعد کہاں بیمار ہوئے اور دس محرم ۶۱ھ کو امام حسین علیہ السّلام کی شہادت کے موقع پر اس قدر بیمار تھے کہ اٹھنا بیٹھنا مشکل تھا اور یقین ہے کہ ساتویں سے پانی بند ہونے کے بعد پھر سید سجاد علیہ السّلام کے لئے بھی پانی کا ایک قطرہ ملنا ناممکن ہو گیا تھا۔

اختلافی مسائل میں سے ایک آپ کی والدہ شہر بانو کا نام اور نسب ہے۔آپ کی والدہ کے لئے متعدد نام نقل ہوئے ہیں اور شہر بانو، شہر بانویہ، شاہ زنان اور جہان شاہ ان ہی ناموں میں شامل ہیں۔

بعض محققین یزدگر کی بیٹی شہر بانو کو امام سجاد کی والدہ تسلیم نہیں کرتے ہیں اور دلائل و قرائن کی بنا پر ایسی روایات کو رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت امام سجاد علیہ السلام کی والدہ ان اوصاف کی مالک نہیں تھیں۔[1]

طبقات ابن سعد اور شرح نہج البلاغہ کے تحت امام سجاد (ع) اپنے زمانے میں علی الخیر، علی الاصغر اور علی العابد کے نام سے مشہور تھے۔

[1]۔زندگانی علی بن الحسین (ع)، ص ۱۰-۲۶۔

امام علی بن الحسین (ع) کی کنیات "ابو الحسن"، "ابو الحسین"، "ابو محمّد" اور "ابو عبداللہ" ہیں۔ آپ کے القاب میں زین العابدین، سید الساجدین، سجاد، ہاشمی، علوی، مدنی، قرشی اور علی اکبر شامل ہیں۔ "ذوالثَّفنات" آپ کے دیگر القاب میں سے ہے جو امام سجاد (ع) کو دیا گیا ہے (کیونکہ عبادت اور نماز و سجود کی کثرت کی وجہ سے آپ کے اعضائے سجدہ (مساجد) پر اونٹ کے گھٹنوں کی طرح گھٹے پڑ گئے تھے)۔

اربلی، کشف الغمہ، ۲/۲۷۶ کی روایت کے مطابق ایک شب آپ محراب عبادت میں عبادت الٰہی میں مصروف تھے کہ شیطان ایک سانپ کی شکل میں ظاہر ہو کر آپکو عبادت الٰہی سے منحرف کرنے کی کوشش کی لیکن آپ کی خدا کی جانب توجہ میں کوئی فرق نہیں پڑا تو غیب سے منادی نے تین مرتبہ ندا دی: انت زین العابدین۔

امام سجاد (ع) کی پندرہ اولادیں ہیں جن میں سے گیارہ (۱۱) بیٹے اور چار (۴) بیٹیاں ہیں۔ جن میں مشہور ترین بیٹے امام محمد باقر (ع) ھیں جن کی والدہ ام عبداللہ بنت امام حسن مجتبی (ع) ہیں۔

امام سجاد علیہ کی جلالت کا یہ عالم تھا کہ سیر اَعلام النبلا: ۴/۳۹۹، تہذیب الکمال: ۲۰/۴۰۲ لکھتے ھیں کہ ہشام بن عبد الملک اپنے زمانہ خلافت سے قبل ایک دفعہ حج کے لیے گئے، بیت اللہ شریف کے طواف کے دوران میں حجر اسود کا استیلام کرنے کا ارادہ کیا، لیکن اژدھام کی وجہ سے نہیں کر پائے۔ اتنے میں حضرت علی بن حسین تشریف لائے، ایک چادر اور تہہ بند باندھے ہوئے، انتہائی خوب صورت چہرے والے، بہترین خوش بو والے، ان کی آنکھوں کے درمیان میں (پیشانی پر) سجدے کا نشان تھا، طواف شروع کیا او رجب حجر اسود کے قریب پہنچے تو لوگ ان کی ہیبت اور جلالت شان کی وجہ سے پیچھے ہٹے اور آپ نے اطمینان کے ساتھ استیلام کیا، ہشام کو یہ بات اچھی نہیں لگی، اہل شام میں سے کسی نے کہا یہ کون ہے جس کی ہیبت اور جلال نے لوگوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا؟ ہشام نے یہ سوچ کر کہ کہیں اہل شام ان کی طرف مائل نہ ہو جائیں، کہا میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہیں؟ مشہور شاعر فرزدق قریب ہی کھڑا تھا، اس نے کہا میں انھیں جانتا ہوں۔ اس پر اس شامی نے کہا اے ابو فراس! یہ کون ہیں؟ اس وقت فرزدق نے زین العابدین کی تعریف میں بہت سارے اشعار کہے، ان میں سے چند یہ ہیں۔

هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ البَطْحَاءُ وَطْأَتَهُ ... وَالبَيْتُ يَعْرِفُهُ وَالحِلُّ وَالحَرَمُ هَذَا ابْنُ فَاطِمَةٍ إِنْ كُنْتَ جَاهِلَهُ ... بِجَدِّهِ أَنْبِيَاءُ اللهِ قَدْ خُتِمُوا۔

"یہ وہ شخص ہے جس کے چلنے کو بطحاء، بیت اللہ، حل اور حرم بھی جانتے ہیں، یہ حضرت فاطمہؑ کے فرزند ہیں، اگرچہ تم تجاہل سے کام لے رہے ہو، انھیں کے دادا (محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے ذریعہ انبیا کا سلسلہ ختم کیا گیا ہے"۔

ہشام بن عبد الملک کو غصہ آیا اس نے فرزدق کو قید کرنے کا حکم دیا، ان کو مکہ ومدینہ کے درمیان میں "عسفان" نامی جگہ میں مقید کر دیا گیا، امام سجادؑ کو پتہ چلا تو انھوں نے فرزدق کے پاس ۱۲ہزار دینار بھیجے اور کہا ابو فراس! اگر ہمارے پاس اس سے زیادہ ہوتے تو ہم وہ بھی بھجوا دیتے، فرزدق نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرزند! میں نے جو کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خاطر کہا ہے اور میں اس پر کچھ کمانا نہیں چاہتا، حضرت زین العابدینؑ نے یہ کہہ کر واپس بھجوا دیا کہ تمہارے اوپر جو میرا حق ہے، اس کا واسطہ ہے کہ تم انھیں قبول کر لو، بے شک اللہ تیرے دل کے حال اور نیت کو جانتے ہیں۔ تو انھوں نے قبول کر لیا۔

عاشورا سنہ ٦١ ہجری کو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے ساتھ ہی امام سجاد (ع) کی امامت کا آغاز ہوتا ہے اور آپ کا دوران امامت سنہ ۹۴ یا ۹۵ ہجری میں آپ کی شہادت تک جاری رہتا ہے۔ جس میں آپ نے یزید بن معاویہ عبد اللہ بن زبیر معاویہ بن یزید مروان بن حکم عبد الملک بن مروان اور ولید بن عبد الملک جیسے سلاطین کا سامنا کیا۔

امام سجاد (ع) واقعۂ کربلا میں اپنے والد امام حسین (ع) اور اولاد و اصحاب کی شہادت کے دن، شدید بیماری میں مبتلا تھے اور بیماری کی شدت اس قدر تھی کہ جب بھی یزیدی سپاہی آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کرتے، ان ہی میں سے بعض کہہ دیتے تھے کہ "اس نوجوان کے لئے یہی بیماری کافی ہے جس میں وہ مبتلا ہے۔[1]

---

[1]۔ شیخ مفید، الارشاد، ج ۲، ص ۱۱۳ و طبرسی، اعلام الوری، ج ۱، ص ۴٦۹۔

جب بھی امام سجاد علیہ سلام کا ذکر آتا ہے تو اکثر دل میں یہ خیال آتا ہے امام (ع) ایک ضعیف، ناتوان، بیمار اور لاچار قسم کی شخصیت کے مالک تھے ہر وقت روتے رہتے تھے اور جن کا اکثر ٹائم بستر پر گذرتا تھا، لیکن اگر تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو یہ بات بے بنیاد ہے۔

اکثر روایات امام سجاد علیہ السلام کی بیماری کو فقط شب عاشور اور روز عاشورہ کے دن بیان کرتی ہیں، یا زیادہ سے زیادہ گیارہویں محرم تک. کیونکہ مصلحت الہی یہی تھی کہ ان دنوں میں امام سجاد (ع) بیمار ہو جائیں تاکہ جہاد کا فریضہ ان سے ساقط ہو جائے اور کربلا کی تحریک کو آگے بڑھانے، اپنے مظلوم بابا کی مظلومیت کو دنیا تک پہنچانے میں وہ اپنا کردار ادا کر سکیں۔

جو روایات معتبر کتابوں میں درج ہیں وہ امام سجاد (ع) کی بیماری کو شب عاشور اور روز عاشور کے اختتام تک بیان کر رہی ہیں، اس کے بعد مولا کی بیماری کا قصہ کسی معتبر کتب میں درج نہیں ہے۔

کچھ روایات نمونے کے طور پر یہاں ذکر کر رہے ہیں:

۱- امام سجاد (ع) نے فرمایا: عاشور کی رات مغرب کے ٹائم جب میرے بابا نے اپنے اصحاب اور انصار کو اکٹھا کیا تاکہ ان کو جانے کا کہے تو اس وقت میں مریض تھا۔[۱]

۲- شیخ مفید (رہ) نے فرمایا: کہ حمید ابن مسلم نے کہا کہ امام حسین (ع) کی شہادت کے بعد میں جلے ہوئے خیام کے قریب آیا تو دیکھا کہ علی ابن الحسین (ع) ایک چٹائی پر بیماری کی شدت کی وجہ سے غش کی حالت میں پڑے ہیں کہ اچانک شمر اور اس کے کچھ ساتھی آئے اور شمر کو کہنے لگے کیا اسے قتل نہیں کروگے؟ تو میں نے کہا سبحان اللہ کب سے بیماروں کو قتل کر رہے ہو؟ اس بیچارے کے لئے یہ بیماری ہی کافی ہے لہٰذا اسے اسکے حال پر چھوڑ دیں، اور پھر میں نے علی ابن الحسین (ع) کو ان سے دور کر دیا۔[۲]

۳- امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس وقت اسیران کربلا کو کوفہ لایا گیا تو اس وقت میرے دادا کا بدن مبارک بیماری (کے اثر) کی وجہ سے کمزور اور نحیف ہو گیا تھا۔[۳]

---

[۱]- الارشاد، شیخ مفید، جلد ۲، ص ۹۱۔

[۲]- الارشاد، جلد ۲، ص ۱۱۲۔

[۳]- بلاغات النساء، ص ۳۷۔

عاشورا سنہ ٦١ کے بعد، جب لشکر یزید نے اہل بیت کو اسیر کر کے کوفہ منتقل کیا، تو ان میں سے حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے علاوہ امام سجاد (ع) نے بھی اپنے خطبوں کے ذریعے حقائق واضح کیئے اور حالات کی تشریح کی اور اپنا تعارف کراتے ہوئے یزید کے کارندوں کے جرائم کو آشکار کر دیا اور اہل کوفہ پر ملامت کی۔

امام سجاد (ع) نے کوفیوں سے خطاب کرنے کے بعد ابن زیاد کی مجلس میں بھی موقع پا کر چند مختصر جملوں کے ذریعے اس مجلس کے حاضرین کو متاثر کیا۔ اس مجلس میں ابن زیاد نے امام سجاد (ع) کے قتل کا حکم جاری کیا لیکن حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے درمیان میں آکر ابن زیاد کے خواب سچا نہیں ہونے دیا۔

اس کے بعد جب یزیدی لشکر اہل بیت (ع) کو "خارجی اسیروں" کے عنوان سے شام لے گیا تو بھی امام سجاد علیہ السلام نے اپنے خطبوں کے ذریعے امویوں کا حقیقی چہرہ بے نقاب کرنے کی کامیاب کوشش کی۔[1]

قسط ۲

امام سجادؑ جہاں اہل تشیع میں امام کی حثیت رکھتے ھیں اور اعلی خاندانی حسب و نسب کے مالک ھیں وھاں علم اور حدیث کے حوالے سے آپ کا رتبہ اس قدر بلند ہے کہ حتی اہل سنت کی چھ اہم کتب صحاح ستہ " صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع الصحیح، ترمذی، سنن ابی داوٗد، سنن نسائی سنن ابن ماجہ نیز مسند ابن حنبل سمیت اہل سنت کی مسانید " میں آپ سے احادیث نقل کی گئی ہیں۔ بخاری نے اپنی کتاب میں تہجد، نماز جمعہ، حج اور بعض دیگر ابواب میں، اور مسلم بن حجاج قشیری نیشابوری نے اپنی کتاب کے ابواب الصوم، الحج، الفرائض، الفتن، الادب اور دیگر تاریخی مسائل کے ضمن میں امام سجاد (ع) سے احادیث نقل کی ہیں۔

ذہبی رقمطراز ہے: امام سجاد (ع) نے پیغمبر (ص) امام علی بن ابی طالب سے مرسل روایات نقل کی ہیں جب آپ نے (چچا) حسن بن علی (ع) (والد) حسین بن علی (ع)، عبداللہ بن عباس، اور ابو رافع سے بھی حدیث نقل کی ہے اور دوسری طرف سے امام محمد باقر (ع)، زید بن علی، ابو حمزہ ثمالی، یحییٰ بن سعید، ابن شہاب زہری، زید بن اسلم اور ابو الزناد نے آپ سے حدیثیں نقل کی ہیں۔

---

[1]۔ مجلسی، بحار الانوار سید بن طاووس، اللہوف، قمی، منتہی الامال۔

علامہ مجلسی رقمطراز ہیں کہ ایک دن امام زین العابدین جب کہ آپ کا بچپن تھا بیمار ہوئے حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا"بیٹا"اب تمہاری طبیعت کیسی ہے اور تم کوئی چیز چاہتے ہو تو بیان کرو تاکہ میں تمہاری خواہش کے مطابق اسے فراہم کرنے کی سعی کروں آپؑ نے عرض کیا بابا جان اب خدا کے فضل سے اچھا ہوں میری خواہش صرف یہ ہے کہ خداوند عالم میرا شمار ان لوگوں میں کرے جو پروردگار عالم کے قضاو قدر کے خلاف کوئی خواہش نہیں رکھتے، یہ سن کر امام حسین علیہ السلام خوش و مسرور ہوگئے اور فرمانے لگے بیٹا، تم نے بڑا مسرت افزا اور معرفت خیز جواب دیا ہے تمہارا جواب بالکل حضرت ابراہیمؑ کے جواب سے ملتا جلتا ہے، حضرت ابراہیمؑ کو جب منجیق میں رکھ کر آگ کی طرف پھینکا گیا تھا اور آپ فضا میں ہوتے ہوئے آگ کی طرف جارہے تھے تو حضرت جبرئیل نے آپ سے پوچھا"ہل لک حاجۃ"آپ کی کوئی حاجت و خواہش ہے اس وقت انھوں نے جواب دیا تھا"**نعم اماالیک فلا**"بے شک مجھے حاجت ہے لیکن تم سے نہیں اپنے پالنے والے سے ہے۔[1]

جس طرح آپ کی عبادت گزاری میں پیروی ناممکن ہے اسی طرح آپ کی شان عبادت کی رقم طرازی بھی دشوار ہے ایک وہ ہستی جس کا مطمع نظر معبود کی عبادت اور خالق کی معرفت میں استغراق کامل ہو اور جوانی حیات کا مقصد اطاعت خداوندی ہی کو سمجھتا ہو اور علم و معرفت میں حد درجہ کمال رکھتا ہو اس کی شان عبادت کی سطح قرطاس پر کیوں کر لایا جاسکتا ہے اور زبان قلم کس طرح کامیابی حاصل کرسکتی ہے یہی وجہ ہے کہ علماء کی بے انتہا کاوشوں کے باوجود آپ کی شان عبادت کا مظاہرہ نہیں ہوسکا۔"**قد بلغ من العبادۃ مالم یبلغہ احد**"آپ(امام سجادؑ) عبادت کی اس منزل پر فائز تھے جس پر کوئی بھی فائز نہیں ہوا۔[2]

اگر اہلسنت کتب میں امام سجادؑ کا تذکرہ دیکھا جاے تو امام زہری، ابو حازم، سعید ابن مسیب اور مالک نے بھی امام سجادؑ کے بارے میں زکر کیا اور ابن عماد حنبلی نے ان چاروں کے قول کو امام سجاد(علیہ السلام) کے بارے میں ایسے نقل کیا ہے کہ:

---

[1]۔ بحار الانوار جلد ۱۱ ص ۲۱ طبع ایران۔

[2]۔ دمعہ ساکبہ ص ۴۳۹۔

زہری نے کہا ہے کہ : میں نے کسی کو بھی زین العابدین سے زیادہ فقیہ و عالم نہیں دیکھا، لیکن ان سے بہت کم روایات نقل کی گئیں ہیں۔

ابو حازم نے کہا ہے کہ : میں نے کسی ہاشمی کو بھی امام سجاد سے بالاتر نہیں دیکھا۔

سعید ابن مسیب سے نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ : میں نے کسی کو بھی امام سجاد سے با تقوی تر نہیں دیکھا۔

مالک نے بھی کہا ہے کہ : مجھے خبر ملی تھی کہ علی ابن حسین علیہ السلام مرتے دم تک دن رات میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، اور انکو کثرت عبادت کیوجہ سے زین العابدین کہا جاتا تھا۔[1]

یعقوبی نے بھی اپنی تاریخ میں ایسے لکھا ہے کہ :

وہ اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے بالا و برتر تھے اور ان میں سب سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے، اسی وجہ سے انکو زین العابدین کہا جاتا تھا اور اسی طرح سے انکو ذاالثفنات بھی کہا جاتا تھا، کیونکہ انکی پیشانی پر سجدوں کے بہت آثار تھے اور وہ دن رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور انکی شہادت کے بعد جب انکو غسل دیا جا رہا تھا، تو انکے کندھوں پر زخم کے نشانات تھے۔ جب انکے گھر والوں سے پوچھا گیا کہ یہ کندھوں پر نشانات کیسے ہیں ؟ تو جواب دیا گیا کہ راتوں کو فقراء و ضرورت مندوں کے لیے روز مرہ کی ضروریات زندگی کی اشیاء اٹھانے کی وجہ سے یہ نشانات پڑے ہیں۔[2]

ابو نعیم اصفہانی نے ایسے لکھا ہے کہ :

علی ابن الحسین [امام سجاد علیہ السلام] عبادت کرنے والوں کی زینت اور عابد لوگوں کے لیے ایک علامت و نشان تھے۔ وہ ایک عابد، وعدے کے پابند اور شرف و وقار کے ساتھ چلنے والے انسان تھے۔[3]

ابو الولید الباجی نے امام سجاد (علیہ السلام) کی شخصیت کے بارے میں زہری کے قول کو نقل کرتے ہوئے ایسے لکھا ہے کہ :

---

[1]۔ شذرات الذہب فی إخبار من ذہب، ج۱ ص ۱۰۵۔

[2]۔ الیعقوبی، ج ۲ ص ۳۰۳۔

[3]۔ حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، ج ۳ ص ۱۳۳۔

علی ابن الحسین میرے ساتھ کلام کیا کرتے تھے اور وہ سنت پر عمل کرنے والوں میں سب سے بہترین تھے اور ان میں سے سب سے زیادہ اطاعت گزار بندے تھے۔[1]

بیہقی نے ابن ابی حازم سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

ابن ابی حازم نے کہا ہے کہ : میں نے کسی ہاشمی کو بھی علی ابن الحسین سے افضل و بالاتر نہیں دیکھا۔[2]

ابن عساکر شافعی نے بھی ان امامؑ کے بارے میں لکھا ہے کہ :

وہ [امام سجاد علیہ السلام] شہر مدینہ میں زیادہ عبادت کرنے کی وجہ سے سجّاد کہلاتے تھے۔[3]

ابن خلکان وفیات الأعیان وانباء ابناء الزمان، ج ۳ ص ۲۶۷ پر کہا:

وہ بارہ آئمہ میں سے ایک امام اور بزرگ تابعی تھے۔

عجلی نے زہری سے نقل کرتے **معرفة الثقات من رجال أهل العلم والحديث ومن الضعفاء وذكر مذاهبهم وأخبارهم**، ج ۲ ص ۱۵۳ پر کہتا تھا کہ : میں نے کسی ہاشمی کو بھی علی ابن الحسین سے افضل و بالاتر نہیں دیکھا۔

شیبانی نے الزہد، ج ۱ ص ۱۶۶ اور ابن سعد اور ابن عبد البر الطبقات الکبری، ج ۵ ص ۲۱۴ پر بھی سب میں سے افضل و بالاتر لکھا۔

ابن حجر ہیتمی مکی نے اپنی کتاب الصواعق میں امام سجاد (ع) کی عظیم شخصیت کے بارے میں ایسے لکھا ہے کہ : امام زین العابدین علیہ السلام علم، زہد اور عبادت میں اپنے والد کے جانشین تھے اور جب وہ نماز کے لیے وضو کرتے تھے تو انکے چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا تھا اور جب اس بارے میں ان سے سوال ہوا تو، انھوں نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں کس ذات کے سامنے کھڑا ہونے جا رہا ہوں ؟۔[4]

اہل سنت کے دو علم رجال کے بزرگ علماء مزی اور ابن حجر نے مالک کے قول سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

---

[1]۔ التعدیل والتجریح لمن خرج لہ البخاری فی الجامع الصحیح، ج ۳ ص ۹۵۶۔

[2]۔ لباب الأنساب والألقاب والأعقاب، ج ۱ ص ۱۳۔

[3]۔ تاریخ مدینۃ دمشق وذکر فضلہا وتسمیۃ من حلہا من الأماثل، ج ۴۱ ص ۳۷۹۔

[4]۔ الصواعق المحرقۃ علی اہل الرفض والضلال والزندقۃ، ج ۲ ص ۵۸۲۔

مالک سے نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ : رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اہل بیت میں کوئی فرد بھی علی ابن حسین علیہ السلام کی طرح کا نہیں تھا۔[۱]

ابن تیمیہ حرّانی منہاج السنۃ النبویۃ، ج ۴ ص ۴۹ پر کہتے :

علی ابن الحسین بزرگ تابعین اور علم و دین کے لحاظ سے انکے بزرگوں میں سے تھے۔۔۔۔۔ اور وہ تابعین میں سے اہل علم و دین کے لحاظ سے برگزیدہ تھے۔

کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب، ص ۳۹ میں گنجی شافعی نے کہا وہ (علی بن الحسین) ایک عابد، با وفا اور بخشنے والے سخی انسان تھے۔

قسط۳

امام سجادؑ کی عبادت و معرفت کا اندازہ کرنا ہماری سوچ سے بالاتر ھے۔

مالک بن انس سے مروی ہے کہ علی بن الحسینؑ دن رات میں ایک ہزار رکعت نماز بجالاتے تھے حتی کہ دنیا سے رخصت ہوئے چنانچہ آپ کو زین العابدین کہا جاتا ہے۔[۲]

ابن عبد ربّہ لکھتا ہے: علی بن الحسینؑ جب نماز کے لئے تیاری کرتے تو ایک لرزہ آپ کے وجود پر طاری ہو جاتا تھا۔آپ سے سبب پوچھا گیا تو فرمایا: "وائے ہو تم پر! کیا تم جانتے ہو کہ میں اب کس ذات کے سامنے جاکر کھڑا ہونے والا ہوں! کس کے ساتھ راز و نیاز کرنے جارہا ہوں!؟"۔[۳]

مالک بن انس سے مروی ہے: علی بن الحسینؑ نے احرام باندھا اور لبیّکَ اللھمّ لبَیکَ پڑھ لیا تو آپ پر غشی طاری ہوئی اور گھوڑے کی زین سے فرش زمین پر آ گرے۔[۴]

علامہ عبدالرحمٰن جامی روایت کرتے ہیں کہ امام زین العابدین ایک مرتبہ نماز تہجد میں مشغول تھے کہ شیطان ایک اژدھے کی شکل میں آگیا اور آپ کے پاؤں کے انگوٹھے کو کاٹنا شروع کر دیا لیکن آپ عبادت

---

[۱]۔ تہذیب الکمال، ج ۲۰ ص ۳۸۷، تہذیب التہذیب، ج ۷ ص ۲۶۹۔

[۲]۔ ذہبی، العِبَر، ج ۱، ص ۸۳۔

[۳]۔ ابن عبد ربہ، عقد الفرید، ج ۳، ص ۱۶۹؛ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۴، ص ۳۹۲۔

[۴]۔ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۴، ص ۳۹۲۔

خداوندی میں انہماک سے مشغول رہے شیطان آپ کو عبادت خداوندی سے ہٹانے میں ناکام رہا حتی کہ وہ عاجز آگیا۔جب امام نے اپنی نماز مکمل کرلی تو طمانچہ مار کر شیطان کو دور ہٹا دیا اس وقت ہاتف غیبی نے تین بار صدادی ''انت زین العابدین ،انت زین العابدین،انت زین العابدین'' بے شک آپ عبادت گزاروں کی زینت ہو۔اس کے بعد آپ کا یہی لقب مشہور ہو گیا۔[1]

علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ اژدھے کے دس سر تھے اور اس کے دانت بہت تیز اور اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور وہ مصلی کے قریب سے زمین پھاڑ کے نکلا تھا۔[2]

ایک روایت میں اس کی وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ قیامت میں آپ کو اسی نام سے پکارا جائے گا۔[3]

امام زین العابدین علیہ السلام جس وقت مقدمہ نماز یعنی وضو کا ارادہ فرماتے تھے آپ کے جسم میں خوف خدا کے اثرات نمایاں ہو جاتے تھے ،علامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ جب آپ وضو کا قصد فرماتے تھے اور وضو کے لیے بیٹھتے تھے تو آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ زرد ہو جایا کرتا تھا یہ حالت بار بار دیکھنے کے بعد کسی نے پوچھا کہ بوقت وضو آپ کے چہرہ کا رنگ زرد کیوں پڑ جایا کرتا ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ اس وقت میرا تصور کامل اپنے خالق و معبود کی طرف ہوتا ہے اس لیے اس کی جلالت کے رعب سے میرا یہ حال ہو جایا کرتا ہے۔[4]

امام شبلنجی تحریر فرماتے ہیں کہ طاؤس راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک شب حجر اسود کے قریب جا کر دیکھا کہ امام زین العابدین بارگاہ خالق میں سجدہ ریزی کر رہے ہیں ،میں اسی جگہ کھڑا ہو گیا میں نے دیکھا کہ آپ نے ایک سجدہ کو بے حد طول دیدیا ہے یہ دیکھ کر میں نے کان لگایا تو سنا کہ آپ سجدہ میں فرمارہے تھے :

عبدک بفنائک مسکینک بفنائک سائلک بفنائک فقیرک بفنائک

تیرا بندہ تیرے در پر، تیرا مسکین تیرے در پر، تیرا منگتا تیرے در پر اور تیرا فقیر تیری چوکھٹ پر۔

---

[1] ۔ شواہد النبوۃ۔

[2] ۔ مناقب جلد ۴ ص ۱۰۸۔

[3] ۔ دمعۃ ساکبۃ ص ۴۳۶۔

[4] ۔ مطالب السؤل ص ۲۶۲۔

یہ سن کر میں نے بھی انہیں کلمات کے ذریعہ سے دعامانگی تو میری دعا بھی فورا قبول ہوئی۔[1]

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ آپ کے مقامات اعضائے سجود "ثغنه بعیر" کے گھٹے کی طرح ہو جایا کرتے تھے گھٹے سال میں دو بار کاٹے جاتے تھے اور ہر مرتبہ پانچ تہ نکلتی تھی۔[2]

علامہ دمیری مورخ ابن عساکر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ دمشق میں حضرت امام زین العابدین کے نام سے موسوم ایک مسجد ہے جسے "جامع دمشق" کہتے ہیں۔[3]

یاد رکھیے جو خود جیسا ھوتا ھے اپنے چاہنے والوں کو بھی ویسا ہی چاہتا ثبوت کے لیے ایک روایت پیش ھے ایک دن امام سجاد ع اپنے گھرمین تشریف فرما تھے کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی آپ ع نے کنیز سے پوچھا کون آیا ہے؟ کنیز نے عرض کیا مولا آپ کے شیعوں کا گروہ آیا ہے یہ سن کر امام ع مقام سے کھڑے ہوئے اور تیزی سے دروازے کی جانب بڑھے آپ ع نے دروازہ کھول کر دیکھا تو فوراًواپس آ گئے اور فرمایا: انہوں نے جھوٹ کہا ان کے چہروں پر شیعہ ہونے کی علامات ہی کہاں ہیں؟ آثارِ عبادت کہاں ہیں؟ سجدے کی علامات کہاں ہیں؟ ہمارے شیعوں کی تو پہچان ہی عبادتِ الہی کی وجہ سے ہوتی ہے عبادت یعنی طویل سجدوں کی وجہ سے ان کی ناک زخمی ہوتی ہے اور عبادت کی کثرت کی وجہ سے ان کی پیشانیوں پر گٹے پڑے ہوتے ہیں روزوں کی وجہ سے ان کے شکم پشت سے لگے ہوتے ہیں اور ان کے ہونٹ خشک ہوتے ہیں عبادات کی وجہ سے ان کے چہرے متورم ہوتے ہیں شبِ بیداری اور روزوں کہ وجہ سے ان کے جسم کمزور ہوتے ہیں اور جب لوگ سوئے ہوتے ہیں وہ جاگ کر عبادت کر رہے ہوتے ہیں۔[4]

جب عاشور کا المناک حادثہ رونما ہوا، پوری اسلامی دنیا میں جہاں جہاں بھی یہ خبر پہنچی خصوصا عراق اور حجاز میں مقیم ائمہ علیہم السلام کے شیعوں اور طرفداروں میں ایک عجیب رعب و دحشت کی فضا پیدا ہو گئی کیوں کہ یہ محسوس کیا جانے لگا کہ یزیدی حکومت اپنی حاکمیت کو مسلط کرنے کے لئے کچھ بھی کر سکتی ہے شہادت امام حسینؑ رعب و وحشت میں جس کے آثار کوفہ و مدینہ میں کچھ زیادہ ہی نمایاں تھے، جو کچھ کمی رہ

---

[1] ۔ نور الابصار ص ۱۲۶ طبع مصر، ارشاد مفید ص ۲۹۴۔

[2] ۔ بحار الانوار جلد ۲ ص ۳۔

[3] ۔ حیواۃ الحیوان جلد ۱ ص ۱۲۱۔

[4] ۔ اوصافِ شیعہ شیخ صدوق ص ۸۷۔

گئی تھی وہ بھی اس وقت پوری ہو گئی جب کچھ ہی عرصہ بعد بعض دوسرے لرزہ خیز حوادث رونما ہوئے جن میں سر فہرست حادثہ "حرہ" ہے

واقعہ کربلا کے بعد جب امام زین العابدین کی امامت کا زمانہ تھا تو حکومت وقت کے ڈر سے لوگوں کی کیا حالت تھی اس پر کچھ روایات دیکھیں تو رونا آتا ھے کیونکہ اہلبیت طاہرین علیہم السلام کے زیر اثر علاقوں یعنی حجاز (خصوصا مدینہ) اور عراق (خصوصا کوفہ) میں بڑا ہی گھٹن کا ماحول پیدا ہو گیا تھا تعلقات وار تباطات کافی کمزور ہو چکے تھے۔ وہ لوگ جو ائمہ طاہرین علیہم السلام کے طرفدار تھے اور بنو امیہ کے خلافت وحکومت کے زبردست مخالفین میں شمار ہوتے تھے بڑی ہی کس مپرسی اور شک و شبہ کی حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے کہ حضرت (ع) گزشتہ ائمہ کے دور کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ارتد الناس بعد الحسین (ع) الا ثلاثۃ۔

"یعنی امام حسین علیہ السلام کے بعد تین افراد کے علاوہ سارے لوگ مرتد ہو گئے"۔

ایک روایت میں پانچ افراد اور بعض دوسری روایتوں میں سات افراد تک کا ذکر ملتا ہے۔

ایک روایت جو خود امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے اور جس کے راوی ابو عمر مہدی ہیں امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

ما بمکۃ والمدینۃ عشرین رجلا یحبنا۔

"پورے مکہ و مدینہ میں بیس افراد بھی ایسے نہیں ہیں جو ہم سے محبت کرتے ہوں"۔[1]

ہم نے یہ دونوں حدیثیں اس لئے نقل کی ہیں کہ اہلبیت طاہرین علیہم السلام اوران کے طرفداروں کے بارے میں عالم اسلام کی مجموعی صورت حال کا اندازہ لگایا جا سکے۔ دراصل اس وقت ایسی خوف وہراس کی فضا پیدا ہو گی تھی کہ ائمہ (ع) کے طرفدار متفرق وپراگندہ مایوس ومرعوب زندگی گزار رہے تھے اور کسی طرح

[1]۔ بحار الانوار ج/۴۶ ص/۱۴۳۔

کی اجتماعی تحریک ممکن نہ تھی۔ البتہ جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام مذکورہ بالا روایات میں ارشاد فرماتے ہیں:

ثم ان الناس لحقوا و کثروا

پھر آہستہ آہستہ لوگ اہل بیت علیہم السلام سے ملحق ہوتے گئے اور تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

ایک روایت کے ضمن میں منقول ہے کہ امام سجاد (ع) کو صرف چند افراد کی معیت حاصل تھی: سعید بن جبیر، سعید بن مسیب، محمد بن جبیر بن مطعم، یحییٰ بن ام طویل، ابو خالد کابلی۔[۱] شیخ طوسی، نے امام سجاد (ع) کے اصحاب کی مجموعی تعداد ۱۷۳ بیان کی ہے۔

امام سجاد (ع) بھی شیعیان اہل بیت (ع) کی قلّت کا شکوہ کرتے تھے اور فرماتے تھے مکہ اور مدینہ میں ہمارے حقیقی پیروکاروں کی تعداد ۲۰ افراد سے بھی کم ہے۔[۲]

قسط ۴

محمد بن اسحاق کہتا ہے: کچھ لوگ مدینہ کے نواح میں زندگی بسر کرتے تھے اور انہیں معلوم نہ تھا کہ ان کے اخراجات کہاں سے پورے کئے جاتے ہیں، علی ابن الحسین (ع) کی وفات کے ساتھ ہی انہیں راتوں کو ملنے والی غذائی امداد کا سلسلہ منقطع ہوا۔

ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ علی بن الحسین (ع) راتوں کو کھانے پینے کی چیزوں کو اپنے کندھے پر رکھ کر اندھیرے میں خفیہ طور پر غربا اور مساکین کو پہنچا دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: جو صدقہ اندھیرے میں دیا جائے وہ غضب پروردگار کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔[۳]

راتوں کو روٹی کے تھیلے اپنی پشت پر رکھ دیتے تھے اور محتاجوں کے گھروں کا رخ کرتے تھے اور کہتے تھے: رازداری میں صدقہ غضب پروردگار کی آگ کو بجھا دیتا ہے، ان تھیلوں کو لادنے کی وجہ سے آپ کی پیٹھ پر

---

[۱]- طوسی، اختیار معرفۃ الرجال، ص ۱۱۵؛ طوسی، اختیار معرفۃ الرجال، ص ۱۲۳۔

[۲]- ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، ج ۴، ص ۱۰۴، و نک: مجلسی، بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۱۴۳؛ الغارات، ص ۵۷۳۔

[۳]- ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۴، ص ۳۹۳۔

نشان پڑ گئے تھے اور جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کو غسل دیتے ہوئے وہ نشانات آپ کے بدن پر دیکھے گئے۔[1]

ابن سعد روایت کرتا ہے: جب کوئی محتاج آپ کے پاس حاضر ہوتا تو آپ فرماتے: "صدقہ سائل تک پہنچنے سے پہلے اللہ تک پہنچ جاتا ہے"۔[2]

کشف الغمہ ج ۲ ص ۷۸ پر ایک روایت ملتی ھے کہ ایک سال آپ (ع) نے حج کا ارادہ کیا تو آپ کی بہن سکینہ بنت الحسین (ع) نے ایک ہزار درہم کا سفر خرچ تیار کیا اور جب آپ حرہ کے مقام پر پہنچے تو وہ سفر خرچ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور امام (ع) نے وہ محتاجوں کے درمیان بانٹ دیا۔

آپ کا ایک چچازاد بھائی ضرورتمند تھا اور آپ راتوں کو شناخت کرائے بغیر آپ کو چند دینار پہنچا دیتے تھے اور وہ شخص کہتا تھا: "علی ابن الحسین" قرابت کا حق ادا نہیں کرتے خدا انہیں اپنے اس عمل کا بدلہ دے۔ امام (ع) اس کی باتیں سن کر صبر و بردباری سے کام لیتے تھے اور اس کی ضرورت پوری کرتے وقت اپنی شناخت نہیں کراتے تھے۔ جب امام (ع) کا انتقال ہوا تو وہ احسان اس مرد سے منقطع ہوا اور وہ سمجھ گیا کہ وہ نیک انسان امام علی بن الحسین (ع) ہی تھے؛ چنانچہ آپ کے قبر پر حاضر ہوا اور زار و قطار رویا۔[3]

ابو نعیم رقمطراز ہے: امام سجاد (ع) نے دو بار اپنا پورا مال محتاجوں کے درمیان بانٹ دیا اور فرمایا: خداوند متعال مؤمن گنہگار شخص کو دوست رکھتا ہے جو توبہ کرے۔ ابو نعیم ہی لکھتے ہیں: بعض لوگ آپ کو بخیل سمجھتے تھے لیکن جب دنیا سے رحلت کر گئے تو سمجھ گئے کہ ایک سو خاندانوں کی کفالت کرتے رہے تھے۔ جب کوئی سائل آپ کے پاس آتا تو آپ فرماتے تھے: آفرین ہے اس شخص پر جو میرا سفر خرچ آخرت میں منتقل کر رہا ہے۔[4]

---

[1] - خصال ص ۶۱۶؛ علل الشرایع ص ۲۳۱؛ بحار ص ۹۰؛ بحوالہ شہیدی، زندگانی علی بن الحسین (ع)، صص ۱۴۷-۱۴۸۔

[2] - طبقات ج ۵ ص ۱۶۰؛ بہ نقل شہیدی، زندگانی علی بن الحسین (ع)، ص ۱۴۸۔

[3] - ہیدی، زندگانی علی بن الحسین (ع)، ص ۱۴۸۔

[4] - کشف الغمہ ج ۲ ص ۷۷؛ مناقب ج ۴ ص ۱۵۴؛ حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۳۶؛ بحار ص ۱۳۷؛ بہ نقل شہیدی، زندگانی علی بن الحسین (ع)، ص ۱۴۸۔

سید الاہل نے لکھاہے : امام سجاد (ع) ۔ جنہیں غلاموں کی کوئی ضرورت نہ تھی ۔غلاموں کی خریداری کا اہتمام کرتے اور اس خریداری کا مقصدانہیں آزادی دلانا ہوتا تھا۔غلاموں کا طبقہ امام (ع) کا یہ رویہ دیکھ کر، اپنے آپ کو امام (ع) کے سامنے پیش کرتے تھے تاکہ آپ انہیں خرید لیں۔ امام (ع) ہر موقع مناسبت پر غلام آزاد کر دیتے تھے اور صورت حال یہ تھی کہ مدینہ میں آزاد شدہ غلاموں اور کنیزوں کا ایک لشکر دکھائی دیتا تھااور وہ سب امام سجاد (ع) کے موالی تھے۔[1]

واقعہ کربلا کے بعد جب یزید کے دربار پہنچے تھے تو یزید کے کہنے پر خطیبِ مسجد نے حضرت علی (ع) کی برائی بیان کرنی شروع کی اور رسول [ص] سے بنی امیہ کا شجرہ ملادیا۔اب حضرت امام سجاد (ع) اپنی جگہ سے اُٹھے اور بلند و بالا آواز سے خطیب پر لعن طعن شروع کی۔

ویلک الخاطب اشتریت رضاۃ المخلوق بسخط الخالق فتبو ، معتدت من النار

وائے ہو تجھ پر اے تقریر کرنے والے تو نے لوگوں کی خوشی کے لئے اللہ تعالیٰ کے غصے کی پرواہ نہیں کی۔

اور یزید کی طرف دیکھ کر امام سجاد (ع) نے فرمایا کہ اے یزید کیا تو مجھے اجازت دیتا ہے کہ لکڑی کے اس منبر پر بیٹھوں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کچھ تقریر کر سکوں۔اُس مسجدِ بنی امیہ میں بے شمار مجمع تھا اور ہر طرح کے لوگ وہاں جمع تھے۔یزید نے چاہا کہ امام سجاد (ع) کو اجازت نہ دے لیکن امام سجاد (ع) کی بلند آواز کو سب مجمع نے سنا اور تمام حضرات سیدِ سجاد (ع) کی طرف غور سے دیکھنے لگے اور سب نے کہا اے یزید اس نوجوان کو بھی منبر پر جا کر تقریر کرنے کی اجازت دے تاکہ ہم بھی تو واقعات کی اصلیت کا اندازہ لگا سکیں اور اے یزید تو اس نوجوان کی تقریر کرنے سے کیوں گھبرا رہا ہے۔اسے فوراً اجازت دی جائے تاکہ وہ بھی چند الفاظ ادا کر سکے لیکن یزید کا دل نہیں چاہتا تھا کہ امام سجاد (ع) منبر پر جا کر اصل حالات سے لوگوں کو باخبر کر سکیں کیونکہ وہ جانتا تھا کہ نبوت کا چشم وچراغ منبر پر آکر حقائق بیان کر دے گا اور جو کچھ ملکِ شام کی حکومت نے برسہابرس سے علی (ع) کی توہین کی تھی اور دنیا اور زمانے کو دھوکا دیا تھا تو عوام الناس کو حقیقت کا پتہ چل جائے گا اور بنی امیہ کی جھوٹی سازش کا بھانڈہ پھوٹ جائے گا۔آخر کار عوام الناس

[1]- سید الاہل، زین العابدین، صص ۷، ۷ ۴۔

کا اصرار بڑھا اور یزید مجبور ہو گیا اور اُس نے امام سجاد (ع) کو اجازت دی کہ امام منبر پر جا کر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

امام زین العابدین (ع) وھاں ایک خطبہ دیا جو ناسخ التواریخ ج ۲ صفحہ ۱۶۷ سمیت بہت سی کتب میں درج ھے۔

امام سجادؑ نے اس خطبے میں توحید بیان کرنے کے بعد فرمایا کچھ فضیلتیں اللہ تعالیٰ نے ہم کو خاص طور پر بخشی ہیں

علم۔ حلم۔ بخشش بزرگواری. محبت اور مومنین کے دلوں میں ہماری محبت قائم کی ہے۔ ہماری فضیلت کے لئے یہ کیا کم ہے کہ ہمارے جد رسولِ خدا [ص] اور راست گو اُمت کے صدیق حضرت علی (ع) ہمارے دادا ہیں، جعفر طیار اور حمزہ (ع) ہم میں سے ہیں، شیر خدا و شیر رسولِ خدا [ص] کے دونوں نواسے حسن (ع) و حسین (ع) ہم میں سے ہیں اور اے لوگوں تم میں سے کچھ حضرات تو مجھے جانتے ہی ہیں کہ میں خانوادہ رسول اللہ [ص] ہوں۔

امام سجاد (ع) نے اپنے تعارف میں خطبہ دیتے ھوے فرمایا:

میں مکہ و منیٰ کا بیٹا ہوں، میں زمزم و صفا کا بیٹا ہوں، میں اُس نبی کا نواسہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے براق کے زریعے جن کو زمین و آسمان کی سیر کرائی اور ان کو رات کے وقت مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک لے گیا

میں حجرِ اسود کا بیٹا ہوں کہ جس کو اپنی عبا میں لے کر اصل مقام پر لگا دیا۔

میں اس پاک و پاکیزہ ہستی کا بیٹا ہوں کہ جنھوں نے اسلام کے اصولوں کو دنیا کو بتلایا، میں اُس ہستی کا بیٹا ہوں کہ جس نے جوتے پہنے ساتھ احرام باندھا۔

میں اُس ہستی کا بیٹا ہوں جس نے حج کیا اور اللہ تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہا۔ میں اُس کا بیٹا ہوں کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے سدرۃ المنتہیٰ کی سیر کرائی۔

میں اُس پاک ہستی [محمد مصطفیٰ] کا بیٹا ہوں جو قربِ خدا تک گیا، میں اُس ہستی کا بیٹا ہوں کہ جس نے آسمان کے فرشتوں کو نماز پڑھائی، میں اُس ہستی کا بیٹا ہوں کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے وحی کا سلسلہ جاری کیا۔

میں محمدِ مصطفیٰ (ص) اور علیِ (ع) مرتضیٰ کا بیٹا ہوں اور میں اُس بہادر کا بیٹا ہوں جس نے بڑے بڑے کافروں کو قتل کر کے اسلام کو سر بلند کیا۔

میں اُس کا بیٹا ہوں جس نے ہجرت کی اور جنگِ خندق و حُنین میں کامیابی حاصل کی۔
میں اُس ہستی کا بیٹا ہوں کہ جس نے مارقین، ناکثین و قاسطین سے جنگ کر کے کامیابی حاصل کی۔
میں اُس ہستی کا بیٹا ہوں کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے سخاوت بخشی، عاقل پیشرو، صابر، روزہ دار اور مہذب شبِ زندہ دار مشرکوں کے قلعوں کو تباہ کرنے والا اللہ کا شیر ہے۔
میں علی ابنِ ابیطالب (ع) کا بیٹا ہوں جس کے خلاف حکومتِ شام ہو گئی۔
میں فرزندِ فاطمہ الزہرا (س) ہوں جو سیدہ نسا۶ العالمین ہیں۔
میں خدیجۃ۴ الکبریٰ اُم المومنین کا بیٹا ہوں۔
میں اُس مظلوم حسین (ع) کا بیٹا ہوں جس کا سر گردن کے پیچھے سے کاٹا گیا۔
میں اُس تشنہ لب شہید کا بیٹا ہوں کہ جو دنیا سے پیاسا چلا گیا۔
میں اُس حسین (ع) کا بیٹا ہوں جس کا لاشہ دفن نہیں کیا جا سکا۔
مِن اُس بے کس غریب کا بیٹا ہوں کہ مرنے کے بعد اُس کے جسم پر سے لوگوں نے کپڑے لوٹ لئے اور لاش برہنہ رہ گئی۔
میں اُس ہستی کا بیٹا ہوں کہ جس پر چرند و پرند اور جنات نے جنگلوں اور ہواوں میں نوحہ پڑھا۔
میں اُس بے کس و غریب مسافر کا بیٹا ہوں کہ جس کے کنبے کو ظالم کشاں کشاں اسیر کر کے ہاتھوں کو کمر سے باندھ کر کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام لے گئے۔ میں سیدِ سجاد (ع) اللہ تعالیٰ کی بے انتہا تعریف و توصیف کر رہا ہوں اور اُس کا بے انتہا شکر ہے کہ اُس نے ہم کو امتحان میں ڈالا تا کہ پرچمِ رشد و ہدایت ہمارے خاندان میں قرار دے اور تمام ضلالت و گمراہی کو ہم سے دور کر دے۔

خطبہ امام (ع) منقطع کرانے کے لئے یزید کا بے وقت ازان دلوانا:

اب امام (ع) کا خطبہ تقریباً آخری منزل میں تھا کہ امام (ع) نے اللہ کی تعریف بیان کی اور اپنے امتحان کا زکر کیا۔ یہ سن کر تمام عوام الناس سر پھوڑ پھوڑ کر بلند آوازوں سے رو رہے تھے، اب یزید ملعون کو خطرہ ہوا کہ عوام میں انقلاب آ رہا ہے اور میری حکومت ڈوبتی نظر آ رہی ہے۔

یزید ملعون نے گھبرا کر موزن کو حکم دیا کہ فوراً خطبہ علی ابن الحسین (ع) کو کاٹ دیا جائے اور ازان [بے وقت] دی جائے۔

اور موزن نے ازان کہنی شروع کی اور اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو امام سجاد (ع) نے فرمایا کہ بے شک خداوندِ عالم ہر شے سے بلند و برتر ہے، اُس سے کوئی شے بھی بلند نہیں ہے، پھر موزن نے اشھدان الاالہٰ الا اللہ کہا تو امام سجادؑ نے کہا میرا خون اور گوشت ہڈیاں اور جسم کا انگ انگ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتا ہے پھر جب موزن نے کہا کہ اشھدان محمد الرسول اللہ تو امام سجاد (ع) نے یزید کی طرف رخ کر کے فرمایا اے یزید تو یہ بتا یہ محمد رسول اللہ (ص) تمہارے جد ہیں یا ہمارے جدِ بزرگوار ہیں اور اے یزید تو اگر یہ کہے یہ میرے جد ہیں تو یہ بات جھوٹی ہے اور تو کافر ہے اور اگر حق بات کہے کہ وہ میرے جدِ بزرگوار ہیں تو پھر تو نے اُن کی عترت کو اسیر کیا اور دربدر پھرا کر کیوں قید میں ڈال رکھا ہے۔

آخری قسط

واقعہ کربلا کے بعد ۳۴ برس امام العابدین علیہ السّلام نے انتہائی ناگوار حالات میں بڑے صبر و ضبط اور استقلال سے گزارے۔ اس تمام مدت میں آپ دنیا کے شور و شر سے علیحدہ صرف دو مشغلوں میں رات دن بسر کرتے تھے۔ ایک عبادت خدا دوسرے اپنے باپ پر گریہ, یہی آپ کی مجلسیں تھیں جو زندگی بھر جاری رہیں۔ آپ جتنا اپنے والد بزرگوار کے مصائب کو یاد کر کے روئے ہیں دنیا میں اتنا کسی نے گریہ نہیں کیا ہر وقت پر آپ کو حسین علیہ السّلام کی مصیبتیں یاد آتی تھیں۔ جب کھانا سامنے آتا تھا تب روتے تھے۔ جب پانی سامنے آتا تھا تب روتے تھے, حسین علیہ السّلام کی بھوک وپیاس یاد آجاتی تھی تو اکثر اس شدت سے گریہ وزاری فرماتے تھے اور اتنی دیر تک رونے میں مصروف رہتے تھے کہ گھر کے دوسرے لوگ گھبرا جاتے تھے۔ اور انہیں آپ کی زندگی کے لئے خطرہ محسوس ہونے لگتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ آخر کب تک روئیے گا تو آپ نے فرمایا کہ یعقوبؑ نبی کے بارہ بیٹے تھے۔ ایک فرزند غائب ہو گیا تو وہ اس قدر روئے کہ آنکھیں جاتی رہیں۔ میرے سامنے تو اٹھارہ عزیز واقارب جن کے مثل و نظیر دنیا میں موجود نہیں، قتل ہو گئے ہیں۔ میں کیسے نہ روؤں۔

ایک روایت کے ضمن میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول کہ امام سجاد (ع) نے (تقریبا) چالیس سال تک اپنے والد کے لئے گریہ کیا جبکہ دنوں کو روزہ رکھتے اور راتوں کو نماز و عبادت میں مصروف رہتے تھے، افطار کے وقت جب آپ کا خادم کھانا اور پانی لاکر عرض کرتا کہ آئیں اور کھانا کھائیں تو آپ (ع) فرمایا کرتے: "فرزند رسول اللہ بھوکے مارے گئے! فرزند رسول اللہ (ص) پیاسے مارے گئے!"، اور یہی بات مسلسل دہراتے رہتے اور گریہ کرتے تھے حتی کہ آپ کے اشک آپ کے آب و غذا میں گھل مل جاتے تھے؛ آپ مسلسل اسی حالت میں تھے حتی کہ دنیا سے رخصت ہوئے۔[1]

واقعہ حَرّہ ۶۳ ہجری میں پیش آیا جس میں یزید کے مقرر کردہ جرنیل مسلم بن عقبہ کی سربراہی میں مدینے کے لوگوں پر قیامت ڈھاتے ہوئے لشکریوں کیلئے کسی عمر کی قید اور زن و مرد کی تمیز کے بغیر وہاں کے لوگوں کی جان، مال اور ناموس تین دن کیلئے حلال قرار دیں۔ ۶۳ ہجری میں مدینے کے لوگوں نے عبداللہ بن حَنظَلہ بن ابی عامر کی قیادت میں یزید بن معاویہ کی حکومت کے خلاف قیام کیا۔ اس واقعے میں ۱۸۰ اصحاب پیامبر (ص)، ۷۰۰ حافظان قرآن قتل ہوئے۔

امام سجاد (ع) نے اس قیام میں مدینے کے لوگوں کا ساتھ نہیں دیا لیکن بہت سے بچوں، عورتوں یہاں تک کہ مروان بن حکم کے اہل و عیال اور اطرافیان کو بھی اپنے گھر میں پناہ دی۔

مسلم بن عقبہ کے سپاہیوں نے ان تین دنوں میں ناموسوں پر دست درازی، خواتین کے حمل کو ضائع کرنے، نومولودوں کو قتل کرنے جیسے ہر طرح کے جرم انجام دیے۔ اسی طرح نابینا جابر بن عبداللہ انصاری اور ابوسعید خُدری جیسے بزرگ صحابہ کی توہین کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔

امام سجادؑ کا گھر مقام امن تھا امامؑ کی طرف سے مدینے کے لوگوں کے قیام میں ساتھ نہ دینے کی بدولت آپ کا خاندان اور گھر ہر قسم کے آسیب سے محفوظ رہا

واقعہ عاشورا کے بعد شیعوں کی پہلی تحریک توابین کا قیام تھی جو امام حسین (ع) اور آپ کے باوفا اصحاب کے قاتلوں سے انتقام لینے کی غرض سے چلائی گئی تھی۔ یہ تحریک سنہ ۶۵ ھ. میں اہل بیت (ع) کے چاہنے والوں کی توسط سے شام کے لشکر کے ساتھ مقابلہ کرنے کی غرض سے عین الوردہ نامی جگہ پر سلیمان

---

[1] ۔ سید بن طاووس، اللهوف، ص ۲۹۰ و مجلسی، بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۴۹ و شیخ عباس قمی، نفس المهموم، ج ۱، ص ۹۴۷۔

بن صرد خزاعی کی قیادت میں عمل میں آئی۔ تاہم امام علی بن الحسین (ع) اور توابین کے درمیان کوئی باقاعدہ سیاسی ربط و تعلق نہ تھا۔[۱]

مختار بن ابی عبید ثقفی کی تنظیم کا قیام یام سنہ ٦٦ ہجری قمری میں کوفہ سے شروع ہوا جس میں امام حسین (ع) کی شہادت میں ملوث بہت سارے افراد منجملہ عبیداللہ بن زیاد، عمر بن سعد، شمر بن ذی الجوشن اور سنان بن انس وغیرہ اپنے انجام کو پہنچے۔ مختار نے اس قیام کو محمد بن حنفیہؓ کے نام سے شروع کیا جبکہ بعض شیعہ علماء معتقد ہیں کہ مختار نے اس قیام کو امام سجاد (ع) کی اجازت سے شروع کیا تھا۔ جبکہ طوسی، رجال الکشی، ص١٢٦؛ طوسی، اختیار معرفۃ الرجال، ص ١٢٦. کے تحت مختار ثقفی نے امام سجاد علیہ السلام کے ساتھ رابطہ کیا مگر امام (ع) نے خیر مقدم نہیں کیا تھا

اموی ـعلوی تعلق کی کیفیت کے پس منظر کے پیش نظر امام سجاد (ع) کو اموی حکمرانوں کی شدید بدگمانی کا سامنا تھا اور امام (ع) کا کوئی معمولی سا کام بھی خطرناک نتائج پر ختم ہو سکتا تھا اور فطری سی بات تھی کہ اس قیمت پر کسی قسم کے اقدامات کرنا مناسب نہ تھا۔ اہم ترین دینی اور سیاسی اصول جس کے سائے میں امام سجاد (ع) زندگی بسر کر رہے تھے وہ تھا: "تقیّہ"۔

امام سجاد (ع) نہایت دشوار حالات میں زندگی بسر کر رہے تھے اور آپ کے پاس تقیہ کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اصولی طور پر یہی تقیہ ہی ہے جس نے اُس زمانے میں شیعیان آل رسول (ص) کو تحفظ دیا۔

امام سجاد (ع) کی التجا بدرگاہ پروردگار

بارپروردگارا! مجھے یوں قرار دے کہ والدین سے اس طرح ڈروں جس طرح کہ کسی جابر بادشاہ سے ڈرا جاتا ہے اور اس طرح ان کے حال پر شفیق و مہربان رہوں (جس طرح شفیق ماں) اپنی اولاد پر شفقت کرتی ہے اور ان کی فرمانبرداری اور ان سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کو میری آنکھوں کے لیے، چشم خواب آلود میں نیند کے خمار سے زیادہ، کیف افزا اور میرے قلب و روح کے لئے، پیاسے شخص کے لئے ٹھنڈے پانی سے زیادہ، دل انگیز قرار دے؛ حتی کہ میں ان کی خواہش کو اپنی خواہشات پر فوقیت دوں اور ان

[۱]۔ جعفری، تشیع در مسیر تاریخ، ص٢٨٦۔

کی خوشنودی کو اپنی خوشی پر مقدم رکھوں اور جو احسان وہ مجھ پر کریں اس کو زیادہ سمجھوں خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو اور ان کے ساتھ اپنی نیکی کو کم سمجھوں خواہ وہ زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔[1]

صحیفہ سجادیہ امام سجادؑ سے منقولہ ۴۵ مناجاتوں و دعاؤں پر مشتمل کتاب کا نام ہے صحیفہ سجادیہ قرآن و نہج البلاغہ کے بعد، اہل تشیّع کے ہاں اہم مرتبے والی کتاب مانی جاتی ہے اور زبور آل محمد و انجیل اہل بیت کے عناوین سے مشہور ہے۔

اسی طرح رسالۃ الحقوق امام سجادؑ کی ایک طولانی حدیث کا عنوان ہے ہ حدیث ایک مؤمن کا دوسروں کی نسبت حقوق اور وظائف پر مشتمل ہے۔ رسالۃ الحقوق دوسرے اخلاقی کتابوں کی طرح انسان کی فردی اور اجتماعی زندگی کے حوالے سے مختلف اخلاقی اقدار پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب ماں باپ کی نسبت اولاد کے وظائف، میاں بیوی کا ایک دوسرے اور بچوں کی نسبت حقوق، ہمسایوں کے حقوق، استاد کے حقوق، شاگرد کے حقوق، امام جماعت کے حقوق، اور حکومت کے حقوق وغیرہ کی طرح ۵۰ سے زیادہ حقوق اور وظائف پر مشتمل ہے۔

آپ کی شہادت اموی حاکم ولید بن عبد الملک کے زہر دینے سے ہوئی۔۔ آپ کی شہادت کا سال ۹۵ ہجری قمری اور بعض نے ۹۴ ہجری قمری بعض نے ۹۲ ہجری قمری تو کچھ نے ۹۳ ہجری قمری اور شہادت کی مشہور تاریخ ۱۸ محرم بروز ہفتہ لکھی گئی ہے بعض نے تاریخ ۱۴ ربیع الاول بدھ بھی ذکر کی ہے۔

شہادت کے وقت عمر مبارک مشہور ۵۷ سال ہے اور بعض کتابوں میں ۵۹ سال چار مہینے اور کچھ دن بھی مذکور ہے۔

اہل سنت کی تاریخی روایات کے راوی محمد بن عمر الواقدی، نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے: "علی بن الحسین (زین العابدین (ع) نے ۵۸ سال کی عمر میں وفات پائی" اور اس کے بعد رقمطراز ہے: "اس لحاظ سے امام سجاد (ع) ۲۳ یا ۲۴ سال کی عمر میں کربلا کے مقام پر اپنے والد امام حسین (ع) کی خدمت میں حاضر تھے"۔[2]

---

[1] ۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۲۴، ص ۱۵۲۔

[2] ۔ابن سعد، طبقات الکبری، ج ۵، ص ۲۲۲؛ ابن منظور، مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۲۵۶؛ اربلی، کشف الغمہ، ج ۲، ص ۱۹۱۔

نیز زہری نے بھی کہا ہے کہ علی بن الحسین (ع) ۲۳ سال کے سن کے ساتھ کربلا میں اپنے والد کے ہمراہ تھے۔[1]

امام سجاد (ع) سنہ ۹۴ (یا ۹۵) ہجری میں اس زہر کے ذریعے جام شہادت نوش کرگئے جو ولید بن عبدالملک کے حکم پر انہیں کھلایا گیا تھا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ مدینہ کے جنت البقیع میں دفن کردئیے گئے، علامہ شبلنجی، علامہ ابن حجر، علامہ ابن صباغ مالکی، علامہ سبط ابن جوزی تحریر فرماتے ہیں کہ "وان الذی سمہ الولیدبن عبدالملک" جس نے آپ کو زہر دے کر شہید کیا، وہ ولیدبن عبدالملک خلیفہ وقت ہے۔[2]

ملاجامی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی شہادت کے بعد آپ کا ناقہ قبر پر نالہ و فریاد کرتا ہوا تین روز میں مر گیا۔[3] شہادت کے وقت آپ کی عمر ۵۷ سال کی تھی آپ (ع) جنت البقیع میں چچا امام حسن مجتبی (ع) کے پہلو میں دفن کردیئے گئے۔[4]

جس طرح آپ کی جائے پیدائش مدینہ کے متعلق کسی نے اختلاف نہیں کیا اسی طرح مقام دفن مدینہ ہونے کے متعلق کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔

اخلاق امام سجاد علیہ السلام

امام زین العابدین علیہ السلام چونکہ فرزند رسول (ص) تھے اس لئے آپ میں سیرت محمدیہ کا ہونا لازمی تھا علامہ محمد ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ کو برا بھلا کہا، آپ نے فرمایا بھائی میں نے تو تیرا کچھ

---

[1] -ابن منظور، مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۲۳۱۔

[2] -نور الابصار ص ۱۲۸، صواعق محرقہ ص ۱۲۰، فصول المہمہ، تذکرہ سبط ابن جوزی، ارجح المطالب ص ۴۴۴، مناقب جلد ۴ ص ۱۳۱۔

[3] -شواہد النبوت ص ۱۷۹۔

[4] -ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۴، ص ۳۸۶ و ۳۹۱؛ مزی، تہذیب الکمال، ج ۱۳، ص ۲۳۸؛ سیوطی، الطبقات الحفّاظ، ص ۳۷؛ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ج ۳، ص ۲۶۹؛ مسعودی، مروج الذہب، ج ۳، ص ۱۶۹؛ ابن کثیر، البدایۃ والنّہایۃ، ج ۹، ص ۱۱۹۔

نہیں بگاڑا، اگر کوئی حاجت رکھتا ہے تو بتاتا کہ میں پوری کروں، وہ شرمندہ ہو کر آپ کے اخلاق کا کلمہ پڑھنے لگا۔[۱]

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں، ایک شخص نے آپ کی برائی آپ کے منہ پر کی آپ نے اس سے بے توجہی برتی، اس نے مخاطب کر کے کہا، میں تم کو کہہ رہا ہوں، آپ نے فرمایا، حکم خدا "**واعرض عن الجاہلین**" میں جاہلوں کی بات کی پرواہ نہ کرو پر عمل کر رہا ہوں۔[۲]

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے آکر کہا کہ فلاں شخص آپ کی برائی کر رہا تھا آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کے پاس لے چلو، جب وہاں پہنچے تو اس سے فرمایا بھائی جو بات تو نے میرے لیے کہی ہے، اگر میں نے ایسا کیا ہو تو خدا مجھے بخشے اور اگر نہیں کیا تو خدا تجھے بخشے کہ تو نے بہتان لگایا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ مسجد سے نکل کر چلے تو ایک شخص آپ کو سخت الفاظ میں گالیاں دینے لگا آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی حاجت رکھتا ہے تو میں پوری کروں، "اچھا لے "یہ پانچ ہزار درہم، وہ شرمندہ ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آپ پر بہتان باندھا، آپ نے فرمایا میرے اور جہنم کے درمیان ایک گھاٹی ہے، اگر میں نے اسے طے کر لیا تو پرواہ نہیں جو جی چاہے کہو اور اگر اسے پار نہ کر سکا تو میں اس سے زیادہ برائی کا مستحق ہوں جو تم نے کی ہے۔[۳]

علامہ دمیری لکھتے ہیں کہ ایک شامی حضرت علی کو گالیاں دے رہا تھا، امام زین العابدین نے فرمایا بھائی تم مسافر معلوم ہوتے ہو، اچھا میرے ساتھ چلو، میرے یہاں قیام کرو، اور جو حاجت رکھتے ہو بتاؤ تاکہ میں پوری کروں وہ شرمندہ ہو کر چلا گیا[۴]۔ علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے بیان کیا کہ فلاں شخص آپ کو گمراہ اور بدعتی کہتا ہے، آپ نے فرمایا افسوس ہے کہ تم نے اس کی ہمنشینی اور دوستی کا کوئی خیال نہ کیا، اور اسکی برائی مجھ سے بیان کر دی، دیکھو یہ غیبت ہے، اب ایسا کبھی نہ کرنا[۵]۔ جب کوئی سائل

---

[۱]۔ مطالب السؤل ص ۲۶۷۔

[۲]۔ صواعق محرقہ ص ۱۲۰۔

[۳]۔ نور الابصار ص ۱۲۷۔ ۱۲۶۔

[۴]۔ حیواۃ الحیوان جلد ۱ ص ۱۲۱

[۵]۔ احتجاج ص ۳۰۴۔

آپ کے پاس آتا تھا تو خوش و مسرور ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے خدا تیرا بھلا کرے کہ تو میرا زاد راہ آخرت اٹھانے کے لیے آگیا ہے[1]۔ امام زین العابدین علیہ السلام صحیفہ کاملہ میں فرماتے ہیں خداوند میرا کوئی درجہ نہ بڑھا، مگر یہ کہ اتنا ہی خود میرے نزدیک مجھ کو گھٹا اور میرے لیے کوئی ظاہری عزت نہ پیدا کر مگر یہ کہ خود میرے نزدیک اتنی ہی باطنی لذت پیدا کر دے۔

امام زین العابدین (ع) اور فقراء مدینہ کی کفالت

علامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فقراء مدینہ کے سو گھروں کی کفالت فرماتے تھے اور سارا سامان ان کے گھر پہنچایا کرتے تھے جنہیں آپ یہ بھی معلوم نہ ہونے دیتے تھے کہ یہ سامان خورد و نوش رات کو کون دے جاتا ہے آپ کا اصول یہ تھا کہ بوریاں پشت پر لاد کر گھروں میں روٹی اور آٹا وغیرہ پہنچاتے تھے اور یہ سلسلہ تا بحیات جاری رہا، بعض معززین کا کہنا ہے کہ ہم نے اہل مدینہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ امام زین العابدین کی زندگی تک ہم خفیہ غذائی رسد سے محروم نہیں ہوئے[2]۔

امام زین العابدین اور صحیفہ کاملہ

کتاب صحیفہ کاملہ آپ کی دعاؤں کا مجموعہ ہے اس میں بے شمار علوم وفنون کے جوہر موجود ہیں یہ پہلی صدی کی تصنیف ہے[3]۔ اسے علماء اسلام نے زبور آل محمد اور انجیل اہلبیت کہا ہے[4]۔ اور اس کی فصاحت و بلاغت معانی کو دیکھ کر اسے کتب سماویہ اور صحف لوحیہ و عرشیہ کا درجہ دیا گیا ہے۔[5] اس کی چالیس شرحیں ہیں ان میں ریاض السالکین کو فوقیت حاصل ہے۔

---

[1]۔ مطالب السؤل ص ۲۶۳۔

[2]۔ مطالب السؤل ص ۲۶۵، نور الابصار ص ۱۲۶۔

[3]۔ معالم العلماء ص اطبع ایران۔

[4]۔ ینابیع المودۃ ص ۴۹۹، فہرست کتب خانہ طہران ص ۳۶۔

[5]۔ ریاض السالکین ص ا۔

امام زین العابدین عمر بن عبد العزیز کی نگاہ میں

۸۶ھ میں عبدالملک بن مروان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ولید بن عبدالملک خلیفہ بنایا گیا یہ حجاج بن یوسف کی طرح نہایت ظالم وجابر تھا اسی کے عہد ظلمت میں عمر بن عبدالعزیز جو کہ ولید کا چچازاد بھائی تھا حجاز کا گورنر ہوا یہ بڑا منصف مزاج اور فیاض تھا ،اسی کے عہد گورنری کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ۸۷ھ ء میں سرور کائنات کے روضہ کی ایک دیوار گر گئی تھی جب اس کی مرمت کا سوال پیدا ہوا، اور اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ کسی مقدس ہستی کے ہاتھ سے اس کی ابتداء کی جائے تو عمر بن عبدالعزیز نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہی کو سب پر ترجیح دی[1]۔ اسی نے فدک واپس کیا تھا اور امیر المومنین پر سے تبراء کی وہ بدعت جو معاویہ نے جاری کی تھی، بند کرائی تھی۔

امام عَلِي علیہ السلام بْنُ الْحُسَيْنُ علیہ السلام (زین العابدین علیہ السلام) سے منسوب جملہ

کہ کاش میری ماں نے مجھے گرا دیا ہوتا

یہ جملہ تلاش بسیار کے باوجود بھی ہمیں نہیں ملا۔۔

عراقی خطیب محمد مہدی المازندرانی (اَلْمُتَوَفّٰی ۱۹۴۰) نے اپنی کتاب شجرۃ طوبی میں شعر کی صورت میں بغیر سند اور مصدر کے زبان حال طور پر امام سجادؑ سے یہ شعر منسوب کیا ہے کہ کاش میری ماں نے مجھے پیدا نہ کیا ہوتا کہ یزید (ملعون) مجھے ملکوں میں قیدی کی صورت میں دیکھتا۔

علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں بغیر سند کے ایک دعا مناجاۃ الخائفین کے نام سے نقل کی ہے جو امام سجادؑ سے منسوب کی جاتی ہے :

لیت شعري ألِلشقاء ولدتني أمي أم للعناء ربتني

---

[1] ۔ وفاء الوفاء جلد ا ص ۳۸۶۔

"کاش میں جان سکتا کہ آیا میری ماں نے مجھے بدبختی کے لیے جنا یا دکھ کے لیے پالا کاش وہ مجھے نہ جنتی اور مجھے نہ پالتی"۔[1]

یہ اشعار کہ کاش میری ماں نے مجھے پیدا نہ کیا ہوتا یہ سند کے ساتھ عمر بن خطاب سے نقل ہوئی ہے:

حدثنا سعيد بن عامر ، عن شعبة، عن عاصم ، عن عبد الله ابن عامر بن ربيعة قال: رأيت عمر بن الخطاب أخذ تبنة من حائط فقال: يا ليتني كنت هذه التبنة يا ليتني لم أخلق ، يا ليت أمي لم تلدني، يا ليتني لم أك شيئا، يا ليتني كنت نسيا منسيا۔[2]

امام سجاد علیہ السلام کا تاحیات گریہ

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"امام سجاد علیہ السلام نے چالیس سال تک اپنے والد پر گریہ کیا، اس عرصے میں وہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو عبادت کرتے، افطار کے وقت غذا لائی جاتی اور کھانے کا کہا جاتا تو آنسو بہاتے ہوئے فرماتے:

ہائے رسول اللہ کا نواسہ بھوکا قتل کر دیا گیا، رسول خدا کا نواسہ پیاسا قتل کر دیا گیا۔

اسے آپ بار بار دہراتے اور روئے جاتے یہاں تک کہ سارا کھانا آنسو سے بھیگ جاتا اور وہ اسی طرح زندگی کی آخری سانسوں تک روتے رہے"۔[3]

کیا علی ابنِ حسینؑ نے یزید کی بیعت کی تھی؟

یزید لعین کا مدینہ میں ورود اور ملاقات با امام سجاد علیہ السلام کو کتب شیعہ سے بیان کیا جاتا ہے۔ ہم اس روایت کو نقل کرتے ہیں اور اس کا جواب دیتے ہیں۔ روایت الکافی کی جلد ہشتم یعنی روضۃ الکافی میں ہکذا آئی ہے:

---

[1]- بحار الانوار - العلامۃ المجلسی - ج ۹۱ - الصفحۃ ۱۴۳۔

[2]- تاریخ المدینۃ - ابن شبۃ النمیری - ج ۳ - الصفحۃ ۹۲۰۔

[3]- سوگ نامہ آل محمد (ترجمہ): ص ۴۲۔

۳۱۳ ابْنُ مَحْبُوبٍ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ (عَلَيْهِ السَّلام) يَقُولُ إِنَّ يَزِيدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ دَخَلَ الْمَدِينَةَ وَهُوَ يُرِيدُ الْحَجَّ فَبَعَثَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَأَتَاهُ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ أَتُقِرُّ لِي أَنَّكَ عَبْدٌ لِي إِنْ شِئْتُ بِعْتُكَ وَإِنْ شِئْتُ اسْتَرْقَيْتُكَ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ وَاللهِ يَا يَزِيدُ مَا أَنْتَ بِأَكْرَمَ مِنِّي فِي قُرَيْشٍ حَسَباً وَلا كَانَ أَبُوكَ أَفْضَلَ مِنْ أَبِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالإِسْلامِ وَمَا أَنْتَ بِأَفْضَلَ مِنِّي فِي الدِّينِ وَلا بِخَيْرٍ مِنِّي فَكَيْفَ أُقِرُّ لَكَ بِمَا سَأَلْتَ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ إِنْ لَمْ تُقِرَّ لِي وَاللهِ قَتَلْتُكَ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ لَيْسَ قَتْلُكَ إِيَّايَ بِأَعْظَمَ مِنْ قَتْلِكَ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ (عَلَيْهِما السَّلام) ابْنَ رَسُولِ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِه) فَأَمَرَ بِهِ فَقُتِلَ حَدِيثُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ (عَلَيْهِما السَّلام) مَعَ يَزِيدَ لَعَنَهُ اللهُ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ (عَلَيْهِما السَّلام) فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَقَالَتِهِ لِلْقُرَشِيِّ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ (عَلَيْهِما السَّلام) أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أُقِرَّ لَكَ أَلَيْسَ تَقْتُلُنِي كَمَا قَتَلْتَ الرَّجُلَ بِالأَمْسِ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ لَعَنَهُ اللهُ بَلَى فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ (عَلَيْهِما السَّلام) قَدْ أَقْرَرْتُ لَكَ بِمَا سَأَلْتَ أَنَا عَبْدٌ مُكْرَهٌ فَإِنْ شِئْتَ فَأَمْسِكْ وَإِنْ شِئْتَ فَبِعْ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ لَعَنَهُ اللهُ أَوْلَى لَكَ حَقَنْتَ دَمَكَ وَلَمْ يَنْقُصْكَ ذَلِكَ مِنْ شَرَفِكَ۔

”برید بن معاویہ کہتے ہیں میں نے امام باقر علیہ السلام کو فرماتے سنا: یزید بن معاویہ مدینہ داخل ہوا اور حج کرنا چاہتا تھا تو اس نے قریش کے ایک شخص کو بلایا اور وہ اس کے پاس آیا۔ یزید نے اس سے کہا: کیا تو میرے لیئے اقرار کرتا ہے کہ تو میرا غلام ہے اور اگر میں چاہوں تو تجھے بیچ دوں اور اگر چاہوں تو تجھے غلامی میں رکھوں؟ تو اس شخص نے یزید سے کہا: خدا کی قسم، اے یزید! تو قریش میں نہ مجھ سے زیادہ عزت والا ہے حسب میں اور نہ ہی تیرا باپ میرے باپ سے افضل تھا جاہلیت میں اور نہ اسلام میں، اور نہ ہی تو مجھ سے دین میں افضل ہے نہ مجھ سے بہتر ہے۔ تو میں کیسے اس کا اقرار تیرے لیئے کروں جو تو نے طلب کیا ہے؟ پس یزید نے اس سے کہا: اگر تو نے اقرار نہ کیا تو خدا کی قسم میں تجھے قتل کر دوں گا۔ اس شخص نے کہا: تیرا مجھے قتل کرنا اس سے بڑھ کر تو نہیں ہے جو تو نے حسین بن علیہما السلام، فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کو قتل کیا ہے۔ تو یزید نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا اور وہ قتل ہو گیا۔ پھر علی بن حسین علیہما السلام کا واقعہ یزید لعنہ اللہ کے ساتھ یہ ہوا کہ اس نے علی بن حسین علیہما السلام کو پیغام بھیجا اور وہی کہا جو اس قرشی سے

کہا تھا۔ پس امام علی بن حسین علیہما السلام نے اس سے کہا: میں نے جو تو نے کہا ہے اس کا تیرے لیئے اقرار کیا ہے۔ میں ایک مجبور غلام ہوں۔ اگر تو چاہتا ہے تو مجھے روک لے اور اگر چاہتا ہے تو بیچ دے۔ پس یزید لعنہ اللہ نے ان سے کہا: یہ آپ کے حق میں بہتر ہے، آپ نے اپنا خون بہنے سے بچا لیا اور اس بات نے آپ کے شرف میں کوئی کمی نہیں کی"۔[1]

میں کہتا ہوں: اس روایت کی سند صحیح ہے، اگرچہ ابن محبوب نے کئی غرائب کو روایت کیا ہے اور اس نے کئی مقامات پر تدلیس بھی کی ہے جس میں مقاتل بن سلیمان، ابو حمزہ ثمالی وغیرہ سے مرویات نمایاں مثال ہیں کہ جس کو ہم اپنی کتابِ رجال میں واضح کر چکے۔ ابو ایوب اس میں ابراہیم بن عیسی خزاز ہیں جو کہ ثقہ ہیں مگر قرائن کی رو سے ابن محبوب اور ابو ایوب کے درمیان ارسال بعید نہیں معلوم ہوتا۔ متن کے لحاظ سے بات کی جائے تو یزید لعین کا مدینہ آنا تواریخ میں وارد نہیں ہوا اور یہ امر ثابت نہیں ہے۔ اس ہی روایت کے حاشیہ میں علامہ مجلسی رحمہ اللہ کا کہنا ہے:

هذا غريب إذ المعروف بين أهل السير أن هذا الملعون بعد الخلافة لم يأت المدينة بل لم يخرج من الشام حتى مات ودخل النار ولعل هذا كان من مسلم بن عقبة والى هذا الملعون حيث بعثه لقتل أهل المدينة فجرى منه ما في قتل الحرة ما جرى وقد نقل انه جرى بينه وبين علي بن الحسين (عليهما السلام) قريب من ذلك فاشتبه على بعض الرواة۔

"یہ بڑی عجیب بات ہے (کہ یزید مدینہ آیا)، کیونکہ اہل سیرت کے درمیان معروف ہے کہ یہ ملعون خلافت کے بعد مدینہ آیا ہی نہیں بلکہ شام سے کبھی نکلا ہی نہیں جب تک مر نہ گیا اور جہنم واصل ہو گیا۔ شاید یہ بات مسلم بن عقبہ سے ہے جو اس ملعون کا والی تھا، کیونکہ اِس نے اُس کو اہل مدینہ کا قتل کرنے بھیجے تھا

---

[1] الکافی، ج ۸، ص ۲۳۴-۲۳۵، الرقم: ۳۱۳۔

پس اس سے وہ جاری ہوا جو واقعہ حرہ میں قتل ہوا تھا۔ اور یہ منقول ہے کہ اس کے اور امام علی بن حسین علیہ السلام کے درمیان اس کے قریب کا ہی واقعہ پیش آیا تھا پس بعض راویان پر یہ بات مشتبہ ہو گئی"۔[۱]

اس میں الکافی کے محقق نے اضافہ کیا ہے:

(آت) هذا الاحتمال في غاية البعد فان مسلم بن عقبة لم يكن قرشياً. ثم إن المسعودي روى عكس ذلك قال إن مسلم بن عقبة لما نظر إلى علي بن الحسين (عليه السلام) سقط في يديه وقام واعتذر منه. فقيل له في ذلك فقال قد ملا قلبي منه رعباً۔

"اور یہ احتمال بہت بعید ہے کیونکہ مسلم بن عقبہ تو قرشی تھا ہی نہیں۔ پھر یہ کہ مسعودی نے اس کے برعکس روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ مسلم بن عقبہ نے جب امام علی بن حسین علیہ السلام کی جانب نگاہ کی تو ہاتھوں کے بل گر گیا اور اس نے کھڑے ہو کر ان سے معذرت کی۔ اس سے اس بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا: میرا دل ان کے رُعب سے بھر گیا تھا"۔[۲]

---

[۱]۔ مرآۃ العقول، ج ۲۶، ص ۱۷۸–۱۷۹۔

[۲]۔ الکافی، ج ۸، ص ۲۳۴ فی الہامش

وبنگرید: مروج الذہب للمسعودی، ج ۳، ص ۷۰-۷۱:

ونظر الناس الى علي بن الحسين السجاد وقد لاذ بالقبر وهو يدعو ، فأُتي به إلى مُسْرِف وهو مغتاظ عليه ، فتبرأ منه ومن آبائه . فلما رآه وقد أشرف عليه ارتعد ، وقام له ، وأقعده إلى جانبه ، وقال له : سَلْنِي حوائجك ، فلم يسأله في أحد ممن قدم الى السيف إلا شفَّعه فيه ، ثم انصرف عنه . فقيل لعلي : رأيناك تحرك شفتيك ، فما الذي قلت ؟ قال : قلت : اللهم ربَّ السموات السبع وما أظللن ، والأرضين السبع وما أقللن ، ربَّ العرش العظيم ، ربَّ محمد وآله الطاهرين ، أعوذ بك من شره ، وأدرأ بك في نَحْره ، أسألك أن تؤتيني خيره ، وتكفيني شره ، وقيل لمسلم : رأيناك تسبُّ هذا الغلام وسَلَفه ، فلما أُتي به إليك رفعت منزلته ، فقال : ما كان ذلك لرأي مني ، لقد ملئَ قلبي منه رعباً۔

اور لوگوں نے علی بن الحسین السجاد (علیہ السلام) کو دیکھا کہ انہوں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی) قبرِ انور کی پناہ لے رکھی ہے اور وہ دعا مانگ رہے ہیں۔ پھر انہیں 'مُسرِف' (مسلم بن عقبہ) کے پاس لایا گیا جبکہ وہ ان پر شدید غصے میں تھا، اور وہ ان سے اور ان کے آباء و اجداد سے براءت کا اظہار کر رہا تھا (یعنی سخت زبان استعمال کر رہا تھا)۔

یہی بات محدث نوری رضی اللہ عنہ نے خاتمۃ المستدرک میں اور علامہ مجلسی رحمہ اللہ نے بحار الانوار میں بیان کی ہے[1]۔ اور یاد رہے کہ تاریخ دیگر نقلی علوم کی طرح استقرائی اور ظنی ہے اور اس میں کوئی بھی بات صد در صد نہیں ہے، اور خصوصا یہ خبر واحد جو کہ عقل سلیم سے بھی معارض ہے کہ ایک امام معصوم ایسے فاسق و فاجر فرد کی عبودیت کا اقرار کرے گا۔ اگرچہ اس کی تاویل شاید یہ ہو سکتی ہے کہ امام علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ "أنا عبدك" یعنی میں تیرا غلام ہوں بلکہ یہ فرمایا کہ "أنا عبد" میں ایک غلام ہوں، جس سے مراد یہ ہو سکتا ہے کہ وہ توریہ کر رہے ہوں اور کہنا چاہ رہے ہوں کہ میں اللہ کا غلام ہوں لیکن اس انداز میں کہ یزید کو کچھ اور لگے، یہی توریہ ہے اور یہ شریعت میں جائز ہے۔ مگر بہر کیف، یہ روایت تاریخی مسلمات سے معارض ہے جس کے سبب قابل قبول نہیں ہے کیونکہ جو خبر واحد تاریخی مسلمات سے ٹکرائے وہ متروک و مردود ہے۔ نیز یہ بھی قابل ذکر ہے کہ اگر امام سجاد علیہ السلام نے بیعت کرنی ہی تھی تو وہ کوفہ یا دمشق میں ہی بیعت کیوں نہ کرتے؟ انہوں نے وہاں سے واپسی کے بعد مدینہ میں ایک مدت بعد

لیکن جیسے ہی اس نے آپ کو دیکھا کہ آپ اس کے سامنے تشریف لائے ہیں، تو وہ کانپ اٹھا (اس پر لرزہ طاری ہو گیا)، اور وہ آپ کے احترام میں کھڑا ہو گیا، اور آپ کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ اور اس نے آپ سے کہا: "آپ مجھ سے اپنی ضروریات (حاجات) مانگیے"۔ پس آپ نے اس سے (اہلِ مدینہ میں سے) جس کسی کے بارے میں بھی سفارش کی جسے تلوار کے گھاٹ اتارنے کے لیے لایا گیا تھا، اس نے اس کے حق میں آپ کی سفارش کو قبول کر لیا۔ پھر آپ وہاں سے رخصت ہو گئے۔

چنانچہ علی (علیہ السلام) سے کہا گیا: "ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنے ہونٹوں کو ہلا رہے تھے، تو آپ کیا پڑھ رہے تھے؟" آپ نے فرمایا: "میں کہہ رہا تھا: اے اللہ! ساتوں آسمانوں اور جس پر انہوں نے سایہ کیا اس کے رب، اور ساتوں زمینوں اور جسے انہوں نے اٹھایا ہوا ہے اس کے رب، عرشِ عظیم کے رب، محمد اور ان کی آلِ طاہرین کے رب! میں اس (شخص) کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور تیرے ہی ذریعے اس کے شر کو اس کے گلے میں دھکیلتا ہوں، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے اس کی خیر عطا فرمائے اور مجھے اس کے شر سے محفوظ رکھے"۔

اور دوسری طرف مسلم (بن عقبہ) سے کہا گیا: "ہم نے دیکھا تھا کہ آپ اس نوجوان اور ان کے اسلاف (آباواجداد) کو برا بھلا کہہ رہے تھے، لیکن جب انہیں آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے ان کا مرتبہ بلند کر دیا (ان کی بڑی تعظیم کی)؟" تو اس نے جواب دیا: "یہ میری اپنی کسی سوچ یا رائے کی وجہ سے نہیں تھا؛ (بلکہ خدا کی قسم!) جیسے ہی وہ آئے، میرا دل ان کے رعب سے بھر گیا تھا"۔

[1]۔ خاتمۃ المستدرک، ج ۵، ص ۱۹۸، بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۱۳۸۔

ہی کیوں بیعت کی جبکہ تمام واقعات بھی رونما ہو چکے اور وہ مدینہ بھی لوٹ گئے ؟ان تمام امور کے سبب یہ روایت، وإن صح سندھا، قابل قبول نہیں ہے۔

کیا مروان بن حکم امام زین العابدین کے شیوخ میں سے ہے؟

الجواب

شیوخ یا اساتذہ وہ افراد ہوتے ہیں جن سے ایک محدث بقصد الاخذ روایات لیتا ہے نہ کہ ہر وہ شخص شیخ جس سے کوئی بھی بات سن کر نقل کر دی یا ہر وہ شخص استاذ شمار کیا جائے گا جس سے سماع ثابت ہو پھر چاہے وہ کتنا ہی خبیث و ذلیل کیون نہ ہو ہر گز نہیں۔۔۔

امام زین العابدین نے مروان سے احادیث کا تحمل کیا یا اس کے مشاہداتی واقعات کو اس کی زبانی بیان کیا؟

اب آتے ہیں ان مرویات کے متون کی طرف۔
صحیح بخاری کی روایت :

عن علی بن حسين قال مروان بن الحكم : شهدت عثمان وعليًّا رضي الله عنهما ، وعثمان ينهى عن المتعة ، وأن يُجْمع بينهما ، فلما رأى عليٌّ أَهَلّ بهما : لبيك بعمرة وحجة ، قال : ما كنت لأَدَعَ سنة النبي صلى الله عليه وسلم لِقول أَحَد .

علی بن حسین نے فرمایا کہ مروان نے کہا میں نے علی اور عثمان کو دیکھا کہ اور عثمان حج تمتع سے منع کر رہے تھے جب علی نے یہ معاملہ دیکھا تو دونوں طرح کے احرام باندھے ہوئے فرمایا میں حج اور عمرہ کے لئے حاضر ہوں اور فرمایا:

ما كنت لأَدَعَ سنة النبي صلى الله عليه وسلم لِقول أَحَد

میں کسی کے کہنے پر سنت نبی کو ترک کرنے نہیں کرنے والا۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مروان اپنا مشاہدہ بیان کر رہا ہے اور امام اس لے مشاہدہ کو نقل کر رہے ہیں ایسا تھوڑی ہے کہ امام نے بقصد اخذ و تبع مروان سے احادیث لی ہوں۔

دوسری روایت بھی اسی مضمون کی ہے کہ مروان نے کہا:

علی نے زخمیوں کو اور جنگ سے پلٹ جانے والوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا:

عن علی بن حسین قال دخلت علی مروان بن حکم فقال ما رایت احدا اکرم غلبة من ابیك ما هو الا ان ولینا یوم الجمل فنادی منادیه لا یقتل مدبر ولا یذفف علی جریح۔

امام زین العابدین فرماتے ہیں میں مروان کے پاس آیا تو اس نے مجھے کہا میں نے تمھارے بابا (علی) سے زیادہ کسی کو غلبہ پانے کے باوجود کرم کرنے والا نہیں دیکھا چنانچہ جنگ جمل کے دن جب ہم پلٹ جانے پر منادی نے ندا دی کہ کسی پلٹ جانے والے کو قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی کسی زخمی کو مارا جائے گا۔

آپ نے دیکھا امام اس سے ملنے آتے ہیں اور وہ اپنا مشاہدہ بیان رکتا ہے کہ علی نے ہم پر کرم فرمایا اس کے باوجود اہل بیت پر سبّ کرتا تھا۔

اللہ اکبر اہل بیت نے جن کی زندگی بخش دی وہ ان سے اس قدر بغض رکھتے تھے اور بعید نہیں کہ امام کا ان مشاہدات کو بیان کرنا مروان کی خباثت کو آشکار کرنے کی وجہ سے ہو گویا امام پیغام دینا چاہ رہے ہیں ایسا نہیں ہے کہ مروان لاعلمیت کی وجہ سے جمعہ کے خطبوں میں سب کرتا ہے نہیں بلکہ وہ امیر المؤمنون فضائل و کمالات سے واقف ہے لیکن اس کے باوجود بغض اسے سبّ کا مرتکب بنادیتا ہے۔

میں کہتا ہوں اگر کسی مشاہدے کو سن کر نقل کرنے سے شیخوخیت قائم ہو جاتی ہے پھر تو الامان و الحفیظ ایسے ایسے لوگ بھی شیوخ کھلائیں گے جن کی ضلالت و گمراہی متفق علیہ ہے۔

عبد الزہراء الغروی۔

کیا آپ اپنے باپ کے قاتل کو نجات دے رہے ہیں؟

سوال

میں نے نماز غفیلہ کے بارے میں اس مضمون کے کچھ مطالب سنے ہیں کہ یزید نے امام سجاد {ع} سے سوال کیا کہ: میں نے رسول خدا {ص} کے نواسے کا قتل کیا ہے۔۔۔ کیا ممکن ہے کہ میں نجات پا سکوں؟ امام سجاد {ع} نے فرمایا: جی ہاں، اگر نماز غفیلہ پڑھو گے تو ممکن ہے نجات پاوگے۔۔۔ اس کے بعد حضرت زینب {ع} نے امام سجاد {ع} سے فرمایا: کیا آپ اپنے باپ کے قاتل کو نجات دے رہے ہیں؟ حضرت {ع} نے جواب میں فرمایا: میں نے کہا نماز غفیلہ پڑھو لیکن یزید {پیٹ کے درد کی وجہ سے} کبھی نماز پڑھنے میں کامیاب نہیں ہوگا۔ کیا یہ مطلب صحیح ہے اور یہ بات کہاں پر آئی ہے؟

ایک مختصر جواب

حدیثوں کی قابل اعتبار کتابوں میں اس قسم کی کوئی روایت نہیں ہے، حتی کہ ہم نے اس کے مشابہ کوئی روایت کتب روایی میں نہیں پائی۔ اس کے علاوہ اس روایت نما مطلب کا مضمون بھی کئی جہات سے قابل تنقید ہے:

۱۔ جرم اور اس کی توبہ کی کیفیت میں عدم تناسب۔

۲۔ اعمال میں نیت کے موضوع کو مد نظر نہ رکھنا۔

۳۔ اس مطلب کا حضرت سجاد {ع} اور حضرت زینب {ع} کے مقام و منزلت کے متناسب نہ ہونا۔

تفصیلی جوابات

لوگوں کے درمیان جو چیزیں معروف و مشہور ہیں، ان کی تحقیق کے بعد کبھی ہمیں ایسے مطالب ملتے ہیں کہ غلطی سے انہیں ائمہ معصومین {ع} سے نسبت دے کر ان کی احادیث شمار کیے جاتے ہیں۔

نماز غفیلہ ایک مستحب نماز ہے، اور اس کے مستحب ہونے کے بارے میں ائمہ اطہار {ع} سے کئی روایتیں نقل کی گئی ہیں[1]، اسی وجہ سے عام فقہا نے اس کے مستحب ہونے کے بارے میں اپنا نظریہ پیش کیا ہے[2]۔

لیکن اس نماز کی فضیلت بیان کرنے کے ضمن میں جو مطلب سوال میں ذکر کیا گیا ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔ قابل غور ہے کہ اس قسم کا کوئی مطلب، حدیث کی قابل اعتبار کتابوں میں موجود نہیں ہے اور حتی کہ اس کے مشابہ بھی کوئی مطلب کہیں نہیں پایا گیا ہے۔

اس سے صرف نظر کرتے ہوئے کہ یہ مطلب کسی حدیث کی کتاب میں موجود ہے یا نہیں، اس روایت نما مطلب کا مضمون بھی کئی لحاظ سے قابل تنقید ہے:

۱۔ جرم اور اس کے لیے توبہ کی کیفیت میں عدم تناسب:

عقلاً اور شرعی طور پر ایک قابل قبول مسئلہ جرم و جزا کا تناسب اور جرم کا اس کی توبہ سے تناسب ہے۔ مثال کے طور پر، اگر کسی نے کسی شخص کا مال چرایا ہو، جیسا کہ شرح میں بھی اس کی صراحت کی گئی ہے، کہ اس کی توبہ یہ ہے کہ مال کو اس کے مالک کو لوٹا دیا جائے اور جس طرح ممکن ہو سکے اس کی رضامندی حاصل کی جائے۔ اگر کسی کی غیبت کی گئی ہے تو، اس کی توبہ یہ ہے کہ اس شخص کو اس غیبت کے بارے میں آگاہ کر کے اس سے معافی مانگی جائے یا اس کے لیے خدا سے خیر و مغفرت کی دعا کی جائے۔ اگر کسی کی بے احترامی کی گئی ہے، تو اس گناہ کبیرہ کی توبہ اس کی عزت و آبرو کو بحال کرنا ہے، اس سلسلہ مِن اس کے علاوہ بہت سے مطالب بیان کیے جا سکتے ہیں، لیکن بہت سے مواقع پر خداوند متعال ایک معمولی کام کی وجہ سے بعض گناہان کبیرہ کی سزا سے چشم پوشی کرتا ہے۔ لیکن سوال میں بیان کے گیے موضوع میں عدم تناسب اس قدر نمایاں ہے کہ اس کے بارے میں کوئی صحیح توجیہ نہیں کی جا سکتی ہے۔

---

[1]۔ مرحوم سید بن طاوس در کتاب فلاح السائل چندین روایت در فضل این نماز آوردہ است. ملاحظہ ہو: فلاح السائل، ص ۲۴۴، انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی، قم، بلا تاریخ۔

[2]۔ فاضل لنکرانی، محمد، کتاب الصلاۃ، ص ۵۴، قم، ۱۴۰۸ھ۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ جس شخص نے مسلمانوں کے امام اور نواسہ رسول {ص} کو قتل کیا ہو، اور اس کے بعد نماز غفیلہ پڑھنے سے اس کا یہ گناہ بخش دیا جائے اور اس کی توبہ قبول ہو جائے؛؟

یہ کیسے ممکن ہے کہ جس شخص نے شہر پیغمبر {ص} {مدینۃ النبی} کو مسمار کر کے لوگوں کے ناموس کو اپنے سپاہیوں کے لیے حلال قرار دیا ہو، یا خانہ خدا کو ویران کر دیا ہو اور نماز غفیلہ پڑھ کر اس کا یہ جرم ختم ہو جائے اور اس کی توبہ قبول ہو جائے ؟؛

۲۔ اس روایت نما مطلب کے ضمن میں بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ،یزید نے اپنے اس منحوس عمل کے بارے میں توبہ کرنے کے لیے نماز غفیلہ پڑھنے کا بارہا قصد وارادہ کیا تھا، لیکن اپنے پیٹ میں درد کی وجہ سے اس کام کو انجام دینے میں کامیاب نہیں ہوا۔

موثق اور قابل قبول احادیث میں یوں آیا ہے کہ : نیک کاموں کے لیے انسان کی نیت، اس کام سے برتر ہے جسے وہ انجام دینا چاہتا ہے، یا انجام دیا ہو[1]، یعنی ممکن ہے انسان، کسی نیک کام کو انجام دینے کی طاقت نہیں رکھتا ہو، لیکن اس کام کو انجام دینے کی نیت کرے، اس قسم کی نیت اس عمل سے برتر ہے، جسے وہ انجام دینا چاہتا ہے۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ اس روایت کے مطابق ایک شخص اپنے گناہوں کے لیے توبہ کی نیت کرے، لیکن چونکہ ایک خاص عمل {نماز غفیلہ} بجالانے میں کامیاب نہیں ہوا ہے، اس لیے اس کی باطنی نیت قبول نہیں ہوتی ہے اور یہ نیت اس کے نجات کا سبب نہیں بنتی ہے؟ جی ہاں، ممکن ہے بعض گناہ ایسے ہوں کہ انسان ان کا مرتکب ہونے کے بعد ظلمات کے ایک گڑھے میں پھنس جائے کہ توبہ کرنے کے ارادہ سے محروم ہو جائے۔ بعض روایتوں میں {جو اپنی جگہ پر قابل بحث ہیں} بعض گناہوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جن کے مرتکب ہونے سے انسان توبہ کے ممکن ہونے سے محروم ہو جاتا ہے، ایسے گناہوں کے بارے میں، "دین میں بدعت" کے بارے میں اشارہ کیا جا سکتا ہے،[2] ایک ایسی بدعت، جس کا مرتکب نہ

---

[1]-قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِه. رسول خدا {ص} نے فرمایا: "مومن کی نیت اس کے اعمال سے برتر ہے۔" ملاحظہ ہو: کلینی، محمد بن یعقوب، کافی، ج ۲، ص ۸۴، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۶۷ ش۔

[2]- مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۶۹، ص ۲۱۶، مؤسسۃ الوفاء، بیروت، ۱۴۰۴ھ۔

صرف ایک شخص ہوا ہے بلکہ اس نے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو راہ حق سے گمراہ کر کے ظلم و ظلمت کی وادی مین ڈال دیا ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ، کیا بنیادی طور پر صحیح ہے کہ اس قسم کے شخص کی بیماری کی وجہ سے سرزنش کی جائے؟ جبکہ دوسرے فقہی احکام، جیسے: روزہ اور حج وغیرہ میں استطاعت {جسمانی طاقت} کو ان اہم واجبات کو انجام دینے کی شرط جانتے ہیں، اس طرح کہ اگر کوئی بیمار ہو اور روزے نہ رکھ سکے اور روزے اس کے لیے مضر ہوں، تو نہ صرف اس پر روزے واجب نہیں ہیں بلکہ اس حالت میں اس کے لیے روزے رکھنا حرام ہے، لیکن اس مستحبی عمل {نماز غفیلہ} کو انجام دینے میں ایک بیماری سے دوچار ہونے کی وجہ سے {جو اس کے اختیار میں بھی نہیں ہے} عفو و بخشش کا مستحق قرار نہیں پاتا ہے؟

۳۔ اس روایت نما مطلب میں حضرت زینب {ع} سے ایک بات کی نسبت دی گئی ہے، جو حضرت {ع} کی شان و مقام کے متناسب نہیں ہے، یعنی حضرت سجاد {ع} کے یزید سے یہ کہنے کے بعد کہ نماز غفیلہ پڑھنے سے امام حسین {ع} کے قتل کے بارے میں تیری توبہ قبول ہو گی، گویا، حضرت زینب {ع} امام سجاد {ع} سے اعتراض کرتے ہوئے فرماتی ہیں: کیا آپ اپنے باپ کے قاتل کو بخشنا چاہتے ہیں؟

یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت زینب {ع} جیسی شخصیت جو خاندان وحی سے تعلق رکھتی ہیں اور امامت کے مقام و منزلت سے آگاہ ہیں، ایک عام شخص کے مانند معصوم امام پر اعتراض کریں؟! البتہ، کبھی امام معصوم {ع} کسی ولی خدا کے بارے میں کوئی ایسا عمل انجام دیتا ہے، کہ شائد بظاہر معلوم ہو جائے کہ دین و شریعت کے خلاف ہے، یہاں پر اعتراض و سوال کرنا نہ صرف حقیقت میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ ایک قابل قبول امر بھی ہے، من جملہ حضرت موسی {ع} کا حضرت خضر {ع} سے ان کے ساتھ سفر میں اعتراض کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے کہ مثال کے طور پر جب حضرت خضر {ع} نے ایک لڑکے کا قتل کیا ، حضرت موسیٰ {ع} نے اس پر اعتراض کیا کہ کسی انسان کو بلاوجہ قتل نہیں کرنا چاہئیے، لیکن جس اعتراض کی حضرت زینب {ع} کی طرف نسبت دی جاتی ہے، وہ امام سجاد {ع} کے ایک ایسے کام پر اعتراض ہے کہ اولاً: ممکن ہے معصوم امام {ع} سے یہ توقع کی جائے کہ شقی ترین انسانوں کی، نیکی اور توبہ

کی طرف راہ نمائی کریں اور ثانیاً: امام سجاد {ع} امام اور امام حسین {ع} کے ولی دم کے عنوان سے ان کے قاتل کو بخشنے کا حق رکھتے تھے۔

۴۔ ایک اور اعتراض جو بظاہر دکھائی دیتا ہے، وہ امام سجاد {ع} کا حضرت زینب {ع} کو دیا گیا جواب ہے کہ جس میں فرمایا: میں نے کہا نماز عفیلہ یزید کو نجات دے سکتی ہے، لیکن آپ فکر مند نہ ہونا، وہ کبھی اس نماز کو پڑھنے میں کامیاب نہیں ہوگا؛ یہ ایک قسم کا مبالغہ لگتا ہے، کیونکہ ایک شخص امام معصوم {ع} سے ایک درخواست کرتا ہے تاکہ اس سے اسے عفو و بخشش ہو جائے اور امام معصوم {ع} اس کی عدم توانائی کے پیش نظر، اسے ایک ایسا کام انجام دینے کو کہتا ہے کہ جسے وہ ہرگز انجام نہیں دے سکتا ہے۔ حقیقت میں اگر یزید اپنے اعمال پر پشیمان ہو چکا ہوتا، تو امام سجاد {ع} ایک ایسا کام انجام دینے کی راہنمائی فرماتے، جسے وہ انجام دے کر نجات پا سکتا۔

اس کے علاوہ ہم جانتے ہیں کہ یزید، امام حسین {ع} اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنے پر کبھی پشیمان نہیں ہوا بلکہ اس نے اپنے مظالم کو بعد والے سالوں کے دوران بھی واقعہ حرہ میں جاری رکھا اور امام {ع} کے لیے کوئی دلیل نہیں تھی ایک ایسے شخص کے لیے توبہ کی راہنمائی فرماتے، اور لوگوں کے سامنے بری الزمہ قرار دیتے جو اپنے مظالم کو جاری رکھے ہوئے تھا۔

سب کے سب ترے کنبے کی جلالت پہ گواہ
سنگِ اسود ہو، صفا ہو کہ مروہ سجادؑ
پائی اسلام نے آکر ترے دامن میں پناہ
تو نے قرآں پہ کیا دھوپ میں سایہ سجادؑ
بار وہ تو نے اٹھایا جو کسی سے نہ اٹھا
ہے رسولوں سے بڑا تیرا کلیجہ سجادؑ
وہاں ایوب بھی ہوتے تو جگر پھٹ جاتا
جہاں آیا نہ ترے رخ پہ پسینہ سجادؑ
(نیّر جلالپوری)